بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نورِ ہدایت
تصنیف لطیف
سیدی و مرشدی حضرت سید محمد یحییٰ بادشاہ قبلہ حاذق قدس سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نور علی نور یهدی الله لنوره من یشاء

سیدی و مرشدی حضرت سید محمد یحیٰی باد شاہ قبلہ حاذق قدس سرہ العزیز

یعنی

مباحثہ رشید و حمید

سنہ اشاعت : ۱۴۲۰ھ م ۲۰۰۰ء

نواں ایڈیشن

ناشر : ریاض مدینہ پبلی کیشنز، مصری گنج، حیدر آباد

فہرست مضامین نورِ ہدایت

یعنی

مباحثۂ رشید و حمید

پیش لفظ

موجودہ دور ابتلاء میں جہاں مذہب سے بے اعتنائی و بے پرواہی حصول علوم دینیہ سے عدم توجہی بڑھتی جارہی ہے وہیں دوسری طرف غلط عقائد کی اشاعت سے مسلمانوں کو گمراہ کیا جارہا ہے۔ قرآنی آیات کی غلط تفسیر بیجا تاویل کی جاکر بھولے بھالے مسلمانوں کو مورد لعنت و ہدف ملامت بنایا جارہا ہے۔ علماء دین سے منحرف کر کے ان بیچاروں کو اپنے دام تزویر میں پھانسنے کی مختلف تدابیر اختیار کی جارہی ہیں۔ مخبر صادق نے (جن کو علم ماکان و مایکون تھا) اسی وقت کے پیش نظر شائد ارشاد فرمایا تھا:

عن علی رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یوشک ان یاتی علی الناس زمان لایبقی من الاسلام الا اسمہ و لا یبقی من القرآن الارسمہ مساجد ہم عامرۃ وھی خراب من الھدی علماؤ ھم شر من تحت ادیم السمآء من عندھم تخرج الفتنۃ و فیھم تعود

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک وقت آئے گا جب کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف رسم الخط باقی رہ جائے گا۔ ان کی مساجد بھرپور ہونگی مگر ہدایت کا نام و نشان نہ ہوگا۔ ان کے علماء دنیا میں بدترین خلائق ہونگے۔ ان ہی سے ایک فتنہ پیدا ہوگا اور ان کی طرف لوٹے گا۔ صدق الرسول الصادق الامین۔ یہ وہی دور ہے جب کہ مساجد میں نسبتاً پہلے کے آبادی زیادہ دکھائی دیتی ہے مگر جوہر ایمان کا فقدان ہے محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جو عین ایمان ہے اس سے ان کے قلوب خالی اور مسائل قرآنی کے فہم سے ان کے دماغ عاری رہیں گے۔ ہماری حیرت کی کوئی انتہاء نہیں رہتی جب ان کے نام نہاد علماء کے قرآن حکیم کی آیات سے استخراج کئے ہوئے مسائل ان کی تالیفات و تصنیفات میں ہم دیکھتے ہیں کہ صاف و صریح مطلب سے گریز، ائمہ متقدین کی تفسیر سے انحراف، اصول حدیث و فقہ کو نظر انداز کر کے اپنے ذاتی

تخیلات کا طومار پھر بہ زعم خود حقیقی مسئلہ کی تحقیق میں جس انتہاء درجہ ناز سے جوش قلم دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے وہ اپنی آپ نظیر ہے۔

سچ ہے بارش کی برکت میں کلام نہیں فرق صرف صلاحیت کا ہے کہ اسی سے باغ میں گل و لالہ اوگتے ہیں اور بنجر میں گھاس پھوس والبلد الطیب یخرج نباته باذن ربه والذی خبث لایخرج الانکدا کذالک نصرف الایات لیقوم یشکرون۔ دیکھو اچھی زمین اپنے پروردگار کے حکم سے اچھی پیداوار ہی نکالتی ہے۔ لیکن جو زمین نکمی ہے اس میں بجز نکمی چیزوں کے اور کچھ پیدا نہیں ہوتا اسی طرح ہم اپنی نشانیاں شکر گزار قوم کیلئے دھراتے ہیں۔

قرآن حکیم جو مفید و پاک غذا کے مانند ہے اس سے صحیح العقیدہ اصحاب مستفید ہو کر طاقتور ہوتے ہیں اور فاسد عقائد یا علم صحیح سے بے خبر اشخاص کو اس سے استفادہ کا موقع نہیں ان ہی درد ناک حالات کے مطالعہ نے ایک مقدس ہستی کو اس پر مجبور کیا کہ اپنے بے بہا معلومات سے اس پر آشوب زمانہ میں عوام کی صحیح رہنمائی کرے اور گمراہوں کو صراط مستقیم بتائے خدا سے اور اس کے رسول سے جن بندوں کو دور کیا جارہا ہے۔ انہیں پھر ایک بار خدا سے قریب تر کردے۔ چنانچہ حضرت حقائق آگاہ سیدی و مرشدی سید یحیی پادشاہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے باوجود اپنی گونا گوں مصروفیات کے یہ رسالہ تحریر فرمایا جس میں موجودہ دور کے مابہ النزاع مختلف مسائل مثلاً: زیارت قبور، احترام قبور، سماع موتی، استعانت، ندا علم غیب، نذر و نیاز وغیرہ پر قرآنی آیات و احادیث صحیحہ اقوال و اعمال صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کے حوالہ جات سے کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی اس سے ہم سب کو استفادہ کی توفیق عطاء فرمائے۔

فقط

سید محی الدین حسینی قادری

قاضی پورہ شریف مسجد النور

المرقوم / 2 صفر المظفر 1372ھ

مختصر حالات مولف قدس سرہ العزیز

دکن کی سرزمین ہمیشہ سے علماء اور اولیاء کا مسکن رہی ہے یہاں سے علم اور روحانیت کی نورانی شعاعیں نکل کر اقطاع عالم کو منور کرتی رہی ہیں ان ہی نفوس قدسیہ کے وجود باجود سے یہاں کی فضا رشک فردوس بنی رہی حضرت یحییٰ پاشاہ قبلہ علیہ الرحمہ کا شمار بھی ماضی قریب کی ان عظیم ہستیوں میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنے علم و عمل سے ہزاروں بندگان خدا کو خدا سے جوڑنے اور بھٹکے ہوے لوگوں کو ہدایت کی راہ پر لگانے میں اپنی زندگی گزاری۔ آپ کا پورا نام ابوالسہل سید غلام محمد یحییٰ حسینی ہے لیکن عوام میں آپ کا نام یحییٰ پاشاہ مشہور ہوا حاذق تخلص فرماتے تھے والد اور والدہ ہردو طرف سے سادات حسینی سے تھے آپ قطب الاقطاب حضرت خواجہ محبوب اللہ قدس سرہ العزیز کے منجھلے صاحبزادے تھے آپ اپنے بڑے بھائی حضرت سید عثمان حسینی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ محبوب اللہ قدس سرہ العزیز کی درگاہ شریف واقع قاضی پورہ حیدرآباد کے سجادہ نشین مقرر ہوئے آپ کی والدہ محترمہ حضرت سید شاہ شیخن احمد شطاری قبلہ علیہ الرحمہ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ ۲۳ / صفر المظفر ۱۳۰۳ م ۲ / ڈسمبر ۱۸۸۵ء بمقام قاضی پورہ حیدرآباد دکن تولد ہوئے ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کی۔ ۱۳۱۳ھ میں جب والد بزرگوار کا وصال ہوا آپ کی عمر شریف دس برس تھی عم محترم شمس المفسرین حضرت مولانا سید شاہ عمر حسینی قادری رحمۃ اللہ علیہ (صاحب تفسیر قادری) کے پاس باضابطہ سلسلہ تعلیم شروع ہوا۔ اس زمانے کے مشہور مدرسہ دارالعلوم سے مولوی اور پنجاب یونیورسٹی کے کورس مولوی عالم کی تکمیل کی والدہ محترمہ نے ہجرت کی نیت سے مدینہ طیبہ کا قصد فرمایا تو آپ بھی ساتھ تشریف لے گئے اور وہاں کے مدرسہ قریہ میں دو سال تعلیم حاصل کی۔

تفسیر و حدیث آپ نے اپنے پھوپی زاد بھائی بحرالعلوم حضرت علامہ مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی علیہ الرحمہ سے پڑھی اور ان ہی سے فنون سپہ گری بھی سیکھے آپ اچھے خطاط بھی تھے نسخ اور نستعلیق دونوں سے واقف تھے نسخ میں اپنے برادر معظم حضرت سید شاہ عثمان حسینی علیہ الرحمہ اور نستعلیق میں مولوی ہاشم علی خوش نویس سے تلمذ تھا۔شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ آپ کے کلام کا اکثر حصہ محفوظ نہ رہ سکا پھر بھی جس قدر دستیاب ہوسکا جمع کر کے شائع کردیا گیا ہے اور اس مجموعہ کا نام " انوار غیب" ہے جو سب حمد، نعت، منقبت اور صوفیانہ مضامین پر مشتمل ہے۔

آپ طبعاً بہت سادہ مزاج تھے، لباس بھی بہت سادھا سیدھا استعمال فرماتے یعنی صرف چوبغلہ، پاجامہ اور کاندھے پر رومال پیر میں لکڑی کے کھڑاویں کبھی نعلین بھی پہنتے تھے گھر میں اور باہر حتی کہ دعوتوں میں بھی اسی سادگی کے ساتھ جاتے تھے عموماً صرف ٹوپی پہنتے تھے جمعہ کے دن، عیدین میں ۱۲ / ربیع الاول شریف کو محفل میلاد میں ۱۲ / ربیع الثانی اور ۱۰ / محرم کو وعظ فرماتے اور عمامہ باندھتے تھے اس طرح عرس شریف کی سہ روزہ تقاریب میں پہلے روز عمامہ بندھا کرتے تھے موسم سرما میں عشاء اور فجر کے وقت مسجد کو عبا اوڑھ کر تشریف لاتے لیکن محافل میں عبا نہیں اوڑھتے تھے پیلا رنگ پسند فرماتے تھے اسلئے ٹوپی اکثر پیلے رنگ کی پہنتے تھے اور عمامہ بھی ہلکے پیلے رنگ کا ہوتا، ململ کا عمامہ "ہار سنگھار" کے خشک پھولوں سے رنگ دیا جاتا تھا بازار میں ملنے والے رنگوں کو ناپسند فرماتے تھے بعض دفعہ اپنے کپڑوں کو خود ہی پیوند لگا لیتے کھڑاویں کے پٹے نکل جائیں تو خود ہی کیلے ٹھونک لیتے الغرض جہاں تک ہوسکے اپنا کام خود ہی کرلیتے تھے اعراس اور مجالس کے موقع پر سب کے ساتھ عام دستر خوان پر کھانا تناول فرماتے۔ اپنے لئے کوئی امتیازی صورت پیدا ہونے نہ دیتے۔ آپ کو کوئی

گھر لے جانا چاہے تو جو سواری آتی اس میں بیٹھ جاتے بلکہ غریب مریدین کے پاس پیدل ہی چلے جاتے آپ پیدل چلتے ہوئے شمس آباد اور قلعہ گولکنڈہ تک بھی گئے ہیں راستہ تمام اپنے ذکر اور ورد میں مشغول رہتے ۔۔

شہرت اور نام و نمود سے تنفر تھا اپنے پاس کے اعراس اور مجالس کی اطلاع اخبارات میں دینا ناگوار تھا کبھی کوئی اس طرح کی اطلاع چھپ جاتی تو اطلاع دینے والے پر خفا ہو جاتے تھے۔

آپ کو مسلمانوں کے ادبار، دین سے بے رغبتی، بڑھتی ہوئی بے پردگی بد عقیدگی اور بے عملی کا بڑا قلق تھا خود بھی دعائیں فرماتے اور دوسروں کو تاکید کرتے کہ امت مسلمہ کی اصلاح و سربلندی کے لئے دعا کرو۔

پولیس ایکشن سے پہلے بہت پریشان رہا کرتے، لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ انشاء اللہ بلدہ تباہ کاریوں سے محفوظ رہے گا مگر اضلاع میں بہت تباہی اور خون خرابے کا اندیشہ ہے چنانچہ آپ نے اپنی مسجد میں پولیس ایکشن سے ڈیڑھ مہینے تک روزانہ صبح سوا لاکھ اور شام سوا لاکھ آیت مغفرت پڑھوایا، ختم میں خود اپنے سارے اہل خاندان اہل سلسلہ اور اہل محلہ کو لے کر بیٹھتے اور ختم کے بعد رقت انگیز دعا فرماتے اور اسکی برکت سے سارے قاضی پورہ سے نہ کوئی گرفتار ہوا نہ ختم پڑھنے والوں کے عزیز و اقارب میں سے کسی کو گزند پہنچا حالانکہ اس وقت مختلف بہانوں سے مسلمانوں کو پھانسا جا رہا تھا اور انتقامی کاروائیاں کی جارہی تھیں ۔۔

آپ کی زندگی بالکل متوکلانہ تھی نہ آپ کی کوئی جاگیر تھی نہ منصب اور نہ آپ کے پاس درگاہ سے متعلق کوئی جائیدادیں وقف تھیں مگر کارساز حقیقی کی ذات پر بھروسہ وہی ان کے کام چلاتا تھا آپ کے پاس کی ہر مجلس میں، اعراس میں ربیعین

میں ہمیشہ عام خاص کھانا کھلایا جاتا مریدین میں سے کوئی نذر پیش کرتا تو کبھی قبول
فرماتے اور کبھی فرماتے میری مدد کرنے کے خیال سے پیش کرتے ہو تو یہ تمہاری غلط
فہمی ہے پروردگار میرے کام چلا رہا ہے۔ یہ پیسے تم اپنے پاس رکھو اور اپنے متعلقین پر
صرف کرو۔ آپ کے حینِ حیات ہی نجدی تحریک کے اثرات ہندوستان میں پھیلنے
شروع ہوگئے تھے مسلمانوں کو کافر مشرک کہا جانے لگا ہر چیز کو بدعت سمجھا جانے لگا
یہ قرآن میں کہاں ہے؟ وہ حدیث میں کہاں ہے؟ دین سے بے خبر نوجوان اور نئی
تعلیم کے پروردہ مسلمان تذبذب کا شکار ہونے لگے تو آپ نے ان کی رہنمائی کے لئے
"نورِ ہدایت" کے نام سے ایک مختصر کتاب تحریر فرمائی اور سوال و جواب کی شکل
میں ان کے شبہات کے ازالہ کی سعی بلیغ فرمائی۔ یہ کتاب ہندوستان اور پاکستان میں
بیحد مقبول ہوئی اور الحمدللہ اس کی اب تک آٹھ ایڈیشن شائع ہوکر ہاتھوں ہاتھ بک چکے
بلکہ حال میں امریکہ سے بھی اس کا ایک ایڈیشن شائع ہوا ہے، ضرورت ہیکہ اس
کتاب کو انگریزی اور ہندی میں شائع کیا جائے تاکہ جو لوگ اردو سے ناواقف ہیں وہ
بھی اس سے مستفید ہوسکیں۔

حضرت یحییٰ پاشاہ قبلہ علیہ الرحمہ نے ۳ صفر المظفر ۱۳۷۳ھ کو وصال فرمایا۔
آپ کا مزار مبارک "ریاض مدینہ" مصری گنج میں واقع ہے جہاں ہر روز آپ کے
چاہنے والے مریدین و معتقدین عقیدت کے پھول پیش کرنے حاضر ہوتے ہیں ہر
سال ۳، ۴، اور ۵ صفر کو عرس شریف کا انعقاد عمل میں آتا ہے جس میں قریب و دور
سے ہزارہا لوگ شریک ہوتے اور خراج عقیدت پیش کرتے ہیں، حضرت ممدوح کی
مختصر سوانح حیات "مظہرِ انوار" کے نام سے شائع ہوچکی ہے اور ریاض مدینہ پبلی
کیشنز کی جانب سے دستیاب ہے۔ ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی ھدنا لھذا و ما کنا لنتھدی لو لا ان ھدانا اللّٰہ و بہ نستعین و صلی اللّٰہ علی سیدنا و مولانا محمد سید الانبیاء و المرسلین وشفیع المذنبین و رحمتہ للعلمین و علی الہ و اصحابہ الطیبین الطاہرین اجمعین الی یوم الدین

زیارت قبور

(مباحثہ رشید و حمید)

ایک روز رشید و حمید ایک بزرگ کی مزار کے قریب جہاں لوگ بکثرت زیارت کیلئے جاتے ہیں، مصروف گفتگو تھے۔ رشید نے حیرت سے اپنے دوست حمید کو یوں مخاطب کیا:

رشید: جناب! آج کل دنیا کا عجیب حال ہے مسلمان احکام خدا و رسول کو بھول بیٹھے ہیں قبروں کے پاس جمع ہوتے اور عجیب حرکات کرتے ہیں۔ مثلاً: قبروں پر سجدہ کرتے، بوسہ دیتے اور صاحب قبر سے اپنی حاجات طلب کرتے ہیں اور صاحب قبر کو حاجت روا سمجھتے ہیں اس طرح کی قبر پرستی شرک و کفر پر دلالت کرتی ہے۔

حمید: مجھے آپ کی اس گفتگو سے بہت حیرت ہو رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ قرآن و حدیث سے بالکل بے بہرہ ہیں، جدید تعلیم نے آپ کے عقائد و خیالات میں خرابی پیدا کردی ہے، بغیر سوچے سمجھے کسی کو مشرک یا کافر کہنا بری بات ہے اور خلاف احکام شریعت ہے۔ آپ کے دوسرے سوالات کا جواب انشاء اللہ بالتفصیل آئندہ دیا جائے گا۔ فی الحال کسی مسلمان کو مشرک یا کافر کہدینے سے متعلق اللہ و رسول کے احکام پیش کئے جاتے ہیں۔ جس سے واضح ہوگا کہ ایسے بے سوچے سمجھے کلمات زبان سے نکالنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

رشید: (مضحکہ خیز انداز میں) آخر وہ کیا احکام ہیں بیان تو فرمائیے؟

حمید: قرآن مجید میں یوں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومنا (پارہ ۵ سورۃ النساء رکوع ۱۴)

ترجمہ: جو شخص اسلام ظاہر کرے تم اسے "تو مومن نہیں ہے" مت کہو۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقد باء بھا احدھما فان کان کما قال و الا رجعت علیہ (متفق علیہ)

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کوئی آدمی اپنے بھائی کو "اے کافر" کہے تو ان میں سے کوئی ایک اس (اسلام) سے دور ہو گا پس اگر اس کے کہنے کے موافق وہ کافر ہو تو (وہ ہو گا) ورنہ وہ کفر اس کہنے والے پر لوٹے گا۔ (بخاری و مسلم کی متفقہ حدیث ہے)۔

اور دوسری حدیث میں ہے: عن ابی ذر رضی اللہ عنہ انہ اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذالک الا حار علیہ (متفق علیہ)

ترجمہ: ابی ذر فرماتے ہیں کہ آپ نے رسول اللہ سے سنا کہ جس شخص نے کسی آدمی کو کافر یا عدو اللہ کہا اور وہ ایسا نہیں ہے تو اس کا کہا اسی پر پلٹے گا۔

رشید: جناب یہ صحیح ہے کہ کسی مسلمان کو کافر نہیں کہنا چاہئے لیکن ایسے مسلمان جو بالکل خلاف شریعت کام کرتے ہیں یعنی قبروں کی پرستش کرتے ہیں۔ ان سے متعلق کیا جواب ہے؟ کیا اسطرح قبور کی زیارت کو جانے کا شرعا کوئی حکم ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور عمل وغیرہ سے آپ اس کا جواز بتا سکتے ہیں؟

حمید: دیکھئے اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے: ولا تصل علی احد منھم مات ابدا و لا تقم علی قبرہ۔ (پارہ ۱۰ سورۃ التوبہ رکوع ۱۷) یہ آیت منافقین سے متعلق

نازل ہوئی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "تم ان میں سے کسی ایک کی بھی نماز مت پڑھو اور ان کی قبر کے پاس مت کھڑے رہو" یعنی ان کی قبر کی زیارت مت کرو جس کا مطلب یہ ہے کہ منافقین کے قبور کے پاس جانا اور ان کیلئے دعائے مغفرت کرنا و ایصال ثواب کرنا نہ چاہیے ۔۔

ایصال ثواب کے لفظ سے ممکن ہے کہ آپ کے دل میں اعتراض پیدا ہوگا۔ لیکن میں اس کو آئندہ صاف کردوں گا۔ تو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی قبر پر جانا دعائے مغفرت کرنا اور ایصال ثواب یعنی تلاوت قرآن فاتحہ و درود وغیرہ پڑھنا کلام مجید سے ممنوع نہیں ہے ۔۔

اور دوسری جگہ قرآن مجید میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: یا ایها الذین امنو لا تتولوا قوما غضب اللّٰہ علیهم قد یسوامن الاخرة کمائیس الکفار من اصحب القبور ۔ (پارہ ۲۸ سورۃ الممتحنہ رکوع ۲)

یہ آیت مسلمان فقراء سے متعلق نازل ہوئی ہے کہ چند یہود بعض مسلمان فقراء کو کھجور اور میوہ دیتے تھے ان سے دوستی رکھتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اس قوم سے جس پر خدا کا عذاب نازل ہوا ہے۔ دوستی مت رکھو کہ وہ آخرت سے ایسے مایوس ہوگئے ہیں جیسے کفار اہل قبور سے مایوس ہوگئے ہیں"۔ اب زیارت قبور سے متعلق چند احادثات پیش کئے جاتے ہیں جس سے آپ کی بہت کچھ تشفی ہوگی ۔۔

عن بریدہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها (رواہ مسلم و مشکوۃ فی کتاب الجنائز زیارۃ القبور)۔

ترجمہ : بریدہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا (لیکن اب اس کی اجازت ہے کہ) انکی زیارت کرو۔ (یہ حکم عورت اور مرد دونوں کیلئے ہے کیونکہ زور وبا کا

جملہ ہر دو پر شامل ہے لیکن عورتوں کو نامحرم کی قبر پر برقعہ سے جانے کا حکم ہے جس کا ذکر آگے آئے گا) ۔ اور ابن مسعود کی روایت میں فانها تزهد فی الدنيا و تذکر الاخرة زائد ہے ۔ (زیارۃ قبور) دنیا سے کراہت پیدا کرتی ہے اور آخرت کو یاد دلاتی ہے ۔ والدین کی قبر کی زیارت سے متعلق محمد بن نعمان سے مروی ہے کہ : عن محمد بن نعمان يرفع الحديث الى النبی صلی الله عليه وسلم قال من زار قبر ابويه او احدهما فی كل جمعه غفر له و كتب برا

(رواه البيهقی فی شعب الايمان مرسلا) اس حدیث کو مشکوۃ (باب زیاۃ القبور ص ۱۵۴) میں بھی لکھا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے جمعہ کے دن اپنے ماں باپ کی قبر کی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی تو بخش دیا جائے گا اور نیکوں میں اس کا شمار ہوگا ۔ اسی حدیث کی بیہقی نے ایک جگہ اور روایت کی ہے اور اس میں یہ جملے زائد ہیں کہ "اس کی مغفرت ہوگی اور اس کو دوزخ سے نجات ملے گی" اسی طرح ابونعیم سے بھی ایک حدیث مروی ہے جس میں یہ ہے کہ اسے ایک حج کا ثواب ملے گا ۔

ایک اور حاکم کی روایت جو حضرت انس سے مروی ہے اس کے پورے الفاظ یہ ہیں :

كنت نهيتكم عن زيارة القبور الا فزوروها فانه يرق القلب و تدمع العين و تذكر ولا تقولوا هجرا (المستدرک ۱ ۔ ۹۳) کہ میں نے تمہیں قبور کی زیارت سے منع کیا تھا ہاں معلوم رہے (ہوشیار ہوجاؤ) اب قبور کی زیارت کرو کیوں کہ یہ (زیارت قبور) دل کو نرم اور آنکھوں کو اشک ریز بناتی اور آخرت کو یاد دلاتی ہے اور خرافات باتیں نہ کہا کرو ۔

دیکھو لاعلمی سے انسان کس قدر غلط فہمی میں پڑجاتا ہے زیارت قبور قرآن و حدیث سے ثابت ہے تو اس کو قبر پرستی کہنا سراسر جہالت و نادانی نہیں تو اور کیا

ہے ۔ عمل صحابہ بھی اس کا مؤید ہے چنانچہ حضرۃ سیدنا فاطمۃ الزہرا کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک پر حاضر ہونا اور وہاں سے مشت خاک لیکر آنکھوں پر ملنا اور یہ فرمانا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاک پاک کے سونگھنے والے کیلئے مدتوں عطریات سونگھنے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ اس واقعہ کو ابن جوزی نے اپنی کتاب الوفا میں سند کے ساتھ جو سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ تک پہنچتی ہے نقل کیا ہے اور سیدنا حمزہ کے مزار پر جو جبل احد کے قریب ہے زیارت کیلئے صحابہ کا اور خود سرکار کا جانا ثابت ہے ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ حضرۃ سیدہ النساء حضرت حمزہ کے مزار کی زیارت کو ہر چند روز بعد جایا کرتیں اور قبر شریف کے پاس نماز پڑھتیں اور روتیں اس روایت کو مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین مطبوعہ مطبع نولکشور جلد چہارم ص ۱۶۳۲ ۔ میں لکھا ہے ۔۔

تابعین و تبع تابعین کا بھی یہی عمل رہا ہے جس سے کتب سیر بھرے ہوئے ہیں جو دیکھنا چاہے دیکھ لے ۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی ، "جذب القلوب " میں تحریر فرماتے ہیں کہ بداں ارشدک اللہ واسعدک اللہ کے احادیث درشانِ زیارت حضرت رفیع الشان رسول الانس و الجان علیہ افضل صلاۃ الرحمن بسیار آمدہ بعضے بہ تصریح لفظ زیارت قبر شریف و مرقد منیف و بعضے بہ الفاظ دیگر بوجہ متضمن بہ ثبوت ایں مدعا و موکد بہ حصول ایں مطلب تواند شد اما ازانچہ بہ صریح لفظِ زیارت وقوع یافتہ ایں احادیث است کہ از نقل ثقہ بہ طریق متعددہ و بعضے ازاں بہ درجہ صحت رسیدہ و اکثر بہ مرتبہ حسن آمدہ بہ ثبوت یافتہ ۔۔

ترجمہ : جان تو کہ اللہ تجھ کو نیک بخت اور سعید کرے کہ احادیث زیارت قبر نبوی کے بارے میں بہت آئی ہیں ۔ بعض بہ لفظ صریح زیارت قبر شریف اور بعض بہ الفاظ دیگر جو ہمارے مدعا کا ثبوت اور ہمارے مطلب کا حصول ہوتا ہے جو صریح لفظ

زیارت سے آئی ہیں یہ احادیث ہیں جن کو ثقہ حضرات نے کئی طریقوں سے نقل کا ہے ان سے بعض درجہ صحت کو پہونچتی ہیں اور اکثر ان میں کے حدیث حسن کا مرتبہ رکھتی ہیں۔۔

پہلی حدیث میں:

من زار قبری وجبت له شفاعتی

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ اس حدیث کو صاحب نزہۃ الناظرین نے بھی ذکر کیا ہے۔

دوسری حدیث میں:

من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی

جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں زیارت کی۔۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی و من لم یزر قبری فقد جفانی ۔ جس شخص نے میری قبر کی زیارت میرے مرنے بعد کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ اور جس نے میری قبر کی زیارت نہیں کی بے شک اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ (جذب القلوب الی دیار المحبوب)۔۔

محراب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدھے و بائیں دو راستے ہیں اور ان دونوں راستوں کے اوپر جو احادیث لکھی ہوئی ہیں وہ یہی ہیں جن کو حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے بیان فرمایا ہے۔۔

ترکی حکومت کے زمانے میں تو یہ تحریر موجود تھی۔ لیکن اب سعودی دور حکومت نے معلوم نہیں کہ باقی رکھا ہے یا نہیں۔۔

●☆●☆●

احترام قبور

رشید: آپ نے جو کچھ بیان کیا اس سے یہ تو ثابت ہوجاتا ہے کہ قبور کی زیارت سے موت کی یاد دہانی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے زیارت قبور کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر کیا قبروں کا احترام بھی کرنے کا حکم ہے۔۔

حمید: ہاں! قبور پر بیٹھنے یا قبور پر چلنے یا ان پر ٹیک لگاکر بیٹھنے یا بول و براز کرنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند صحیح احادیث پیش کی جاتی ہیں جس سے آپ کی تشفی ہوگی۔۔

بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المیت یوذیہ فی قبرہ مایوذیہ فی بیتہ میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اس سے اذیت ہوتی ہے۔ (دیلمی)۔۔

ابن ابی شیبہ نے اپنی تصنیف میں عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ: اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیاۃ مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہے جیسے کہ زندگی میں اس کو تکلیف پہونچانا ہے۔۔

حضرت امام احمد بن حنبل نے بہ سند حسن روایت کی ہے کہ حضرت عمارہ بن حزم نے فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا تو فرمایا: لاتوذ صاحب ھذا القبر۔ اس قبر والے کو ایذا نہ دے یا یوں فرمایا کہ: لاتوذہ اسے تکلیف نہ پہنچاؤ۔۔

مسلم، ابوداؤد، ترمذی نے روایت کی ہے کہ: قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، لان یجلس احدکم جموۃ فتحرق ثیابہ تخلص الی جلسہ خیر لہ من ان یجلس علی قبرہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی آدمی کا آگ کی چنگاری پر بیٹھنا یہاں تک کہ آگ اس کے کپڑوں کو جلاکر جلد تک پہونچ جائے بہتر ہے اس سے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔۔

عمارہ بن حزم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ او قبر پر بیٹھنے والے قبر پر سے اتر آ صاحبِ قبر کو ایذا نہ دے، وہ تجھے بھی تو ایذا نہیں پہونچاتا۔

ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر سے بہ سند صحیح روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لان امشی علی جمرۃ اوسیف او اخصف نعلی بر جلی احب الی من امشی علی قبر ۔ البتہ آگ یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے سینا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی کی قبر پر چلوں۔

طبرانی نے اپنی کبیر میں باسناد صحیح روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: لان اطاء علی جمرۃ احب الی من اطا علی قبر مسلم ۔ بیشک آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ کسی مسلم کی قبر پر پاؤں رکھوں۔

ابوداود ۔ نسائی ۔ طحاوی نے بشیر ابن خصاصیہ سے روایت کی ہے کہ: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را رجلا یمشی بین القبور فی النعلین فقال و یحک یا صاحب السبتیتین الق سبتک ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نعلین سے قبور کے درمیان چلتے دیکھا تو فرمایا کہ اے صاحب نعلین پھینکدے اپنی نعلین (سبتین) اس نعلین کو کہتے ہیں، جس پر بال نہیں ہوتے اور مکہ میں عادت یہ تھی کہ بلا دباغت کے چرم کی جس پر بال رہتے تھے نعلین پہنا کرتے تھے البتہ طائف میں دباغت کی ہوئی نعلین کا استعمال ہوتا تھا۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں، اور ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو عثمان نہدی سے وابن شیخ تابعی سے روایت کرتے ہیں کہ میں مقبرہ میں گیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر لیٹ گیا۔ خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا یعنی سویا نہ تھا کہ سنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے قم فقد آذیتنی۔ اٹھ کہ تو نے مجھے ایذا دی۔

ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ: قال نھی رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم ان یتجصص القبور و ان یکتب علیھا وان یبنی علیھا و عن توطاء۔ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور کو گچ کرنے سے اور اس پر تعمیر کرنے سے اور اس پر لکھنے سے اور اس کے روندنے سے۔۔

اسی مضمون کی ایک اور حدیث ابوداؤد نے بھی ابن جریج سے بروایت ابوالزبیر نقل کی ہے۔۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ: یکرہ یبنی علی قبر او یقعد او ینام او یطاء علیہ او یقضی حاجۃ الانسان من بول او غائط الخ۔ یعنی قبر پر گھر بنانا یا سونا یا قبر کو روندنا یا قبر پر قضائے حاجت (یعنی پیشاب پائیخانہ) کرنا مکروہ تحریمی ہے جو قریب بہ حرام ہے۔ علامہ شامی نے اس کی دلیل میں حاشیہ درالمختار میں تحریر فرمایا ہے: لان المیت یتاذی بمایتا ذی بہ الحی۔ اس لئے کہ جس بات سے زندوں کو ایذا پہونچتی ہے اس سے مردے بھی ایذا پاتے ہیں۔۔

حال کا ایک واقعہ احترام قبور مسلم سے متعلق پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں اس کے متعلق بڑی معقول دلیل پیش کی گئی ہے وہ یہ کہ ایک قبرستان میں ایک مسلمان کی قبر پر ایک صاحب کو کھڑا ہوا دیکھا تو دوسرے صاحب نے ان سے کہا کہ جناب! انسان کا دل و دماغ قرآن اور اسماء الہی و کلمہ طیبہ کا رکارڈ ہے آپ نے گراما فون کے ریکارڈ تو دیکھے ہونگے کہ اس ریکارڈ میں جو بھرا جاتا ہے جس وقت آپ اس کو لگائیں گے تو من و عن سنائی دیتا ہے۔ اسی طرح اس انسان کے دل و دماغ کی کیفیت ہے پس جیسے وہ ریکارڈ جس میں قرآن مجید بھرا گیا۔ قابل احترام ہے۔ اسی طرح انسان کی کھوپری جس میں قرآن مجید و اسماء الہی وغیرہ محفوظ ہیں، کیوں قابل احترام نہ ہو۔۔ ☆

سماع موتی

رشید: زیارت قبور کا حکم تو دیا گیا مگر قبور کے پاس جاکر ان کو سننے والا سمجھنا یا ان سے مدد طلب کرنا یہ کہاں سے ثابت ہے اور میں نے جو کچھ کہا وہ اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا تھا کہ عامۃ الناس قبور کے پاس جو اعمال کرتے ہیں وہ قبر پرستی کی طرح ہوتے ہیں وہ ان کو صاحب تصرف سمجھتے ہیں حالانکہ قبور میں رکھا گیا ہے ؟ نعشیں سڑ گئی ہوں گی ان کی ہڈیاں تک باقی نہ ہونگی تو کیا آپ میت کی سماعت کے قائل ہیں اور ان کو مثل زندوں کے سننے والا سمجھتے ہیں۔

حمید: ہاں! ہاں! کیوں ..... کیا آپ کو اس بارے میں کوئی شبہ ہے ۔قرآن و حدیث سے واضح طور پر ثبوت ملتا ہے ۔ ارشاد ہے: ولا تقولو المن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا شعرون ۔ (پارہ سیقول ،رکوع ۳، سورہ بقر ۲) ترجمہ: تم ان کو جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں، مردہ نہ کہو، وہ تو زندہ ہیں ۔ لیکن تم کو خبر نہیں اور دوسری جگہ کلام پاک میں ارشاد ہوتا ہے : ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون ۔ (پارہ لن تنالو ۔ سورہ آل عمران رکوع ۸) ۔ ان لوگوں کو جو خدا کے راستے میں مارے گئے ۔ مردہ مت سمجھو، وہ تو زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس سے رزق پاتے ہیں۔

رشید: بھائی صاحب! یہ تو ان لوگوں کے متعلق ہے جو اللہ کے واسطے جہاد کرتے اور مارے جاتے ہیں۔ ان بیچاروں نے جہاد تو کجا جہاد کی صورت بھی نہیں دیکھی۔ان کے متعلق آپ کا یہ کہنا مجھے بیحد حیرت میں ڈال رہا ہے ۔

حمید: ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس تشریف لارہے تھے اور واپسی کے وقت یہ ارشاد فرمایا: قد رجعنا من جہاد الاصغر الی جہاد الاکبر (بیہقی) ۔ در کتاب الزہد بروایت جابر احیاء العلوم جلد (سوم ص ۸) ترجمہ: بیشک ہم

جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ اس حدیث شریف کو مولانا روم نے مثنوی میں بھی بیان کا ہے: قد رجعنا من جهاد الا صغریم ۔ ایں زماں اندر جہاد اکبریم اب بتائیے کہ وہ جہاد اکبر کونسا ہے جس کی طرف رسول خدا نے ارشاد فرمایا۔ حقیقت میں جہاد اکبر نفس کا جہاد ہے ۔ کسی جہاد میں لڑکر دو منٹ میں مرجانا بہت آسان ہے ۔ لیکن عمر تمام نفس کے خلاف مسلسل لڑنا اور اس کے خلاف کئے جانا بہت مشکل ہے ۔ نفس کہتا ہے اس وقت سردی ہے پانی نہانے سے مزاج خراب ہوگا اور اللہ کا چاہنے والا اس کے خلاف کرتا ہے ۔ دو بجے رات سے نہاتا ہے اور یاد الہی میں مشغول ہوجاتا ہے ۔ اس طرح جان کا، مال کا، غرض ہر طرح کا خطرہ لگا رہتا ہے مگر وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا ۔ بطور مثال کے آپ کو ایک واقعہ بتاتا ہوں ایک بچہ کا وقت آخر ہے اور وہ چند منٹ میں دم توڑنے والا ہے اور ماں باپ کو اپنے پاس سے ہٹنے نہیں دیتا۔ اس کش مکش میں نماز کا وقت آخر ہوا جارہا ہے ۔ اب ماں باپ اپنے بچے سے بے رخ ہوکر اپنے خدا کی یاد میں مشغول ہوجاتے ہیں اور ادھر بچہ کا انتقال ہوجاتا ہے بتائیے کیا یہ خود کی جان دینے سے بڑھ کر نہیں ۔ اللہ اکبر ۔ تجربات سے یہ تمام چیزیں آپ کو معلوم ہوجائیں گی۔ در حقیقت بڑا جہاد کونسا ہے ۔

کہدو یہ کوہکن سے کہ مرنا نہیں کمال

مر مر کے ہجر یار میں جینا کمال ہے

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جوان صالح اپنی جوانی میں خود کو زنا سے بچا رکھے اس کا حشر صدیقین کے ساتھ ہوگا ۔ یہاں یہ چیز غور طلب ہے کہ شہدا کا مرتبہ بڑھ کر ہے یا صدیقین کا ۔ جب خوف الہیٰ اور احکام خدا اور رسول کی پابندی سے صدیقین کا مرتبہ حاصل ہوسکتا ہے ۔ تو شہداء کا مرتبہ حاصل ہونا بدرجہ اتم ہوگا ۔ شہداء کے مراتب اور ان کے اقسام میں " طی الفراسخ الی منازل البرازخ " کے ص ۲۵۰ پر لکھا ہے کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں امام احمد

نے مسند میں، امام ترمذی نے اپنی جامع میں ابوہریرہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم شہداء کس کو سمجھتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ وہ شخص کہ جو راہ خدا میں مارا جائے حکم ہوا شہداء میری امت کے اور بھی ہیں عرض کیا۔ وہ کون ہیں یارسول اللہ، فرمایا! جو اللہ کی راہ میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو طاعون میں مرجائے وہ شہید ہے اور جو پیٹ کی بیماری میں مرجائے وہ شہید ہے اور ابونعیم نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ غریق شہید ہے۔ مسلم نے یوں روایت کی ہے کہ پہلا وہ شخص ہے جو راہ خدا میں مارا جائے۔ دوسرا غریق جو پانی میں ڈوب کر مرجائے۔ تیسرا جو طاعون سے مرے، چوتھا جو پیٹ کی بیماری سے مرے۔ پانچواں وہ جو آگ میں جل کر مرے یہ سب شہید ہیں۔ اس کی ابن اسیر نے جامع الاصول میں بھی روایت کی ہے چھٹا وہ عورت جو نفاس میں مرے اس کی نسائی نے روایت کی ہے۔ ساتواں وہ جو مکان میں دب کر مرے اور موطا اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ جو طاعون سے مرے اور جو پیٹ کی بیماری سے مرے جو ڈوب کر مرے یہ سب شہید فی سبیل اللہ ہیں۔ یعنی جو راہ خدا میں مارے گئے۔ آٹھ جو مرض ذات الجنب میں مرے اس کو جامع الاصول میں بیان کیا ہے۔ اور اس کو امام احمد، ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم کی طرف منسوب کیا ہے۔ (۹) جو سل کی بیماری سے مرے وہ شہید ہے۔ اس کی طبرانی نے اور امام احمد نے روایت کی ہے (۱۰) جو بے جرم قید کیا جائے اور قید میں مرجائے، اس کی حضرت علی سے روایت ہے (۱۱) جو اپنے اہل کو بچانے کیلئے مارا جائے۔ (۱۲) جو اپنے دین کو بچانے کیلئے مارا جائے۔ (۱۳) وہ جو اپنا مال بچانے کیلئے مارا جائے۔ (۱۴) جو اپنا خون بچانے کیلئے مارا جائے۔ (ان چاروں کے بارے میں ابوداؤد، ترمذی، ونسائی نے روایت کی ہے)۔ (۱۵) جس کو اونٹ اور گھوڑے نے مار ڈالا۔ (۱۶) سانپ، بچھو وغیرہ کے کاٹنے سے جو مرے۔ (۱۷) جس کو کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو۔ (۱۸) جو جانور پر سے گر کر مرگیا ہو۔ (۱۹) جو

حلق میں تھوک اٹکنے سے مر گیا ہو ۔ (۲۰) وہ عاشق جو اپنے معشوق سے پرہیز گار رہا ہو۔ (ان چھ شہیدوں کی طبرانی نے ابن عباس و عقبی بن حاکم کی حدیث سے روایت کی ہے) ۔ (۲۱) وہ شخص جو کسی مظلمہ میں قتل کیا جائے ۔ اس کو نسائی اور رضیا نے حدیث سوید ابن مقرن سے امام احمد نے حدیث ابن عباس سے روایت کی ہے اس طرح جملہ (۴۰) اقسام شہادت کے بتلائے گئے ہیں جس کو بنظر طوالت نہیں لکھا گیا ہے ۔ جس کسی کو دیکھنا ہو وہ اصل کتاب " طی الفراسخ الی منازل البرازخ " دیکھے ۔۔

رشید : خیر جو کچھ آپ نے بیان کیا وہ سب شہداء کے متعلق ہے لیکن آج کل کے لغویات جس کا ذکر ہم نے پہلے کیا تھا کہ قبور کے پاس عجیب عجیب رسمیں پیدا کرلی گئی ہیں اور جو خود کو سجادہ نشین اور اہل اللہ بتلاتے ہیں وہ بھی خلاف شرع کاموں کو جائز قرار دیتے ہیں ۔ اس کا کیا جواب ہے ۔۔

حمید : اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتا ہے : یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ۔ (پارہ حم ۔ سورہ حجرات ۔ رکوع ۲) ۔ ترجمہ : اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، بدگمانیوں سے بچو کہ بیشک بعض بدگمانیاں گناہ ہیں ۔ یہ میں نے مانا کہ پہلے کے واقعات اور تھے اور اب کے حالات اور ہیں لیکن جو کچھ بھی اللہ والے نظر آتے ہیں ، ان کو غنیمت جانو ۔ دوسرے اقوام کو دیکھکر عبرت حاصل کرو کہ وہ اپنے پیشواؤں کی کیسی عزت کرتے ہیں ۔ مسلمانوں کی تباہی کے مختلف اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ جن کو وہ پیشوا مانتے ہیں ان ہی کو وہ برا بھلا کہتے ہیں ۔

رشید : مولانا ! میں پیشواؤں کو برا نہیں کہتا ۔ لیکن آج کل کے حالات ایسے ہیں کہ ان سے حسن ظن جاتا رہا ہے ۔۔

حمید : خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد ۔۔ رہنماؤں کا حال بھی یکساں نہیں ہے جہاں گل ہوتا ہے وہاں خار بھی ہیں ۔ بہت سی ہستیاں ایسی ہیں کہ جنھوں نے خود کو خدا کی

یاد میں مٹا دیا اب ان کے مزارات پر جو حاضر ہوتا ہے وہ خدائے پاک ہی کا جلوہ دیکھتا ہے۔

رشید: میں آپ کے خیالات میں بڑی خرابی پاتا ہوں۔

حمید: دیکھئے آپ کی حقیقت پر نظر نہیں رہتی کیا آپ نے ڈکوری نہیں دیکھی کہ وہ ایک کیڑے کو اپنے گھر لے جاکر چند دن میں اپنا جیسا بنالیتی ہے اور مثل مشہور ہے کہ "ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد"۔ جو چیز نمک میں ڈال دی جائے نمک بن جاتی ہے کیا آپ نے خدا کے نام کو ڈکوری اور نمک سے بھی کم قوت سمجھا؟ توبہ، توبہ ایسا خدا آپ کا ہوگا۔ میرے خدا کے نام کی قوت ارفع و اعلیٰ ہے۔

مولانا رومؒ نے مثنوی فرمایا ہے:

اللہ اللہ کن کہ اللہ میشوی

حق بگویم ثم باللہ میشوی

مثال کے طور پر میں ایک چیز اور آپ کو بتاتا ہوں، وہ یہ کہ ایک شمع روشن ہوتی ہے اور پروانہ اس پر گر کر جل جاتا ہے، پروانہ سوختہ اس شمع سے لپٹا ہوا نظر بھی آتا ہے۔ شمع کے تمام خواص اس پروانہ سوختہ میں موجود ہوتے ہیں۔ روشنی دیتا ہے۔ تیل کھینچتا ہے دوسروں کو جلاتا ہے یہی کیفیت بزرگان دین کی ہے کہ خدا میں خود کو مثل پروانہ سوختہ جلاکر فنا کردیا۔

اب تجلیات الٰہی کا ظہور ان میں نمایاں ہے لیکن جیسے شمع شمع ہے اور پروانہ سوختہ، پروانہ سوختہ۔ اسی طرح خدا خدا ہے اور بندہ بندہ مگر جیسے شمع کے خواص پروانہ میں نمایاں ہیں اسی طرح بزرگان دین، میں جو اس کی ذات میں فنا ہوگئے ہیں تجلیات الٰہی نمایاں ہیں جس کو دیکھنا ہو، وہ بغداد شریف حاضر ہو کر دیکھے۔ مسلمان تو مسلمان، یہود کا بھی ہر آٹھ دن کو ہفتہ کے روز ایک میلہ لگا رہتا ہے۔ اپنے بیماروں، اور دیوانوں وغیرہ کو درگاہ شریف کے دروازے کے سامنے ڈال دیتے ہیں یا گیلانی یا

گیلانی چلاتے ہیں۔ پھر کچھ ہی دیر بعد ان کو صحت یاب لیکر ہنسی خوشی گھر جاتے ہیں۔ ایسے بدیھیات کا کیا کوئی انکار کرسکتا ہے۔ اگر یہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ دن کے وقت آفتاب نہیں نکلا ہے تو یہ علیحدہ بات ہے۔ اسی طرح کوئی حضرت غریب نواز کے دربار میں حاضر ہوکر دیکھے کہ وہاں کیا کیا خرق عادات ظہور پذیر ہورہے ہیں۔

بعض بھولے لوگوں کو میں نے یہ کہتے سنا ہے کہ لوہا جب آگ میں تپا دیا جاتا ہے اور سرخ ہوجاتا ہے تو "انا النار" میں آگ ہوں کہتا ہے مگر جب ٹھنڈا ہوجاتا ہے تو پھر لوہا لوہا ہی رہتا ہے۔ ان کے اس بیان کا غالباً منشاء یہ ہے کہ جب حیات میں تجلیات الٰہیٰ سے انسان مالا مال ہوتا ہے تو جیسے لوہے نے "انا النار" کہا تھا۔ اسی طرح کہ یہ بھی "انا الحق" پکارتا ہے مگر جب مرجاتے ہیں تو لوہا لوہا بنکر رہ گیا۔ اسی طرح اولیاء بھی بیکار اور بے قوت ہوجاتے ہیں۔ اس کے جواب میں میں نے شمع و پروانے کی مثال پیش کی ہے جب بندہ ذات الہی میں فنا ہوجاتا ہے تو فقط اک نام باقی رہ جاتا ہے:

دیکھا تو بس یہ دیکھا سوچا تو بس یہ سمجھا
اک نام رہ گیا ہے میرا تری گلی میں

(مولانا حسرت)

ظاہر میں حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نظر آرہے ہیں۔ مگر حقیقت میں قادر مطلق کا تماشہ ہے۔ اسی طرح حضرت منصور کے حالات میں لکھتے ہیں کہ "انا الحق" کہنے کی وجہ سے جب آپ کو سولی دی گئی تو سولی سے "انا الحق" کی صدا آتی تھی۔ آخر آپ کی نعش کو جلادیا گیا۔ تو راکھ سے "انا الحق" کی صدا آنے لگی۔ جب وہ راکھ بھی دریا میں پھینکدی گئی۔ تو دریا میں پانی پر "انا الحق" کا نقش بننے لگا۔

رشید: یہ تو بزرگان دین کے متعلق ہیں لیکن عامتہ المسلمین جو مرگئے تو سننے دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتے ان کے قبور پر جانا تو بے کار ہے۔

حمید: جناب آپ بڑے بھولے ہیں جب قبرستان پر سے گزرتے ہیں تو احادیث میں کیا الفاظ کہنے کا حکم آیا ہے اور خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کن الفاظ میں اہل قبور پر سلام فرمایا آپ کو یاد ہے؟

رشید: نہیں۔

حمید: سنئے حدیث شریف میں آیا ہے۔ جب مسلمانوں کے قبرستان پر سے گزرو السلام علیکم اھل الدیار من المومنین و المسلمین و یرحم اللہ المتقد مین والمتاخرین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ) ۔ ترجمہ: اے مومنین و مسلمین کی بستی کے لوگ تم پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اگلے پچھلے پر اور ہم پر رحم فرمائے۔ ہم تم سے انشاء اللہ تعالیٰ ملنے والے ہیں۔

اگر اہل قبور سنتے نہیں تو یہ خطاب کس سے اور کیسا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کیسی؟۔ نہیں وہ ہم سے زیادہ سنتے ہیں۔ چنانچہ ایک واقعہ سنئے۔

جب جنگ بدر کے موقع پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح یاب ہوئے تو کفار کے لاشے جس میں ابو جہل کی لاش بھی تھی جس گڑھے میں ڈالی گئی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کھڑے ہو کر ایک ایک کا نام، ان کے باپ کے نام کے ساتھ لے کر پکارا اور فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا پورا کیا اور مجھ سے جو وعدہ کیا تھا پورا کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ بات کرتے ہیں مردہ جسموں سے جس میں روح نہیں ہے۔ ارشاد ہوا۔ یہ تم سے زیادہ سنتے ہیں (روایت از قتادہ بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف، کتاب الجہاد

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسری حدیث مروی ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اپنے بھائی مسلمان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو صاحب قبر اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کی بات اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ اس حدیث سے میت کا سننا اور قبر کی زیارت اور

میت کا زیارت کرنے والے کو پہچانتا اور اس سے مانوس ہونا اور اس کے سلام وغیرہ کا جواب دینا ثابت ہے۔ اس حدیث کو ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں نقل کرتے ہیں اور جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب شرح الصدور میں اس کا حوالہ دیا ہے۔

چنانچہ بی بی عائشہ کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد سرکار کے مزار مبارک پر حاضر ہونے کا واقعہ بھی اس کا مؤید ہے اور وہ یہ ہے کہ بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمایا تو میں قبر شریف میں بلا چادر اوڑھے حاضر ہوتی رہتی اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو بھی حاضر ہوتی رہی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو خدا کی قسم ہے کہ میں بغیر چادر اوڑھے نہیں گئی اس سے بھی حیاۃ اموات اور ان کا سننا دیکھنا ثابت ہوتا ہے اور اسی سے عورتوں کا زیارت قبور کو جانا اور نامحرم کے قبور پر پردہ سے جانا ثابت ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے مسند میں بیان کیا ہے۔ جس کو مشکاۃ نے کتاب الجنائز فی زیارت القبور میں نقل کیا ہے۔

اور طبرانی کی ایک حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد سے پلٹے تو قبر مصعب ابن عمیر پر سے گزرے کچھ دیر آپ وہاں ٹھہرے۔ فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے پاس زندہ ہو اور صحابہ سے فرمایا کہ تم ان کی زیارت کرو اور ان پر سلام کہو۔ خدا کی قسم جو کوئی ان پر سلام کرے گا وہ اس کا جواب قیامت تک دیتے رہیں گے۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں نقل کیا ہے۔

اور ایک حدیث ابن ابی الدنیا سے کتاب قبور میں مروی ہے۔ حضرت عمر ایک مرتبہ مدینہ طیبہ کے قبرستان پر سے گزرے جس کا نام بقیع ہے اور فرمایا اے قبر والو تم پر سلام۔ ہمارے یہاں کی خبر یہ ہے کہ تمہاری بی بیاں دوسروں کے نکاح میں آگئیں اور تمہارے گھر دوسروں کے رہنے کی جگہ بن گئے اور تمہارا مال لوگوں میں تقسیم ہوگیا۔

اس وقت ان قبور کے منجملہ ایک قبر سے یہ آواز آئی کہ یہاں کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو کیا تھا، اس کا بدلہ پایا۔ جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا اس کا نفع ملا اور جو چھوڑ آئے تھے اس کا خسارہ ہمارے آگے آیا۔

دیگر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد کی زیارت کو تشریف لے جایا کرتے تھے اور خلفائے راشدین اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا ان سب کا زیارت قبور کیلئے سفر کرنا ثابت ہے۔ ابن عساکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک جوان عابد مسجد کے ملازم تھے اور حضرت عمر ان کو بہت پسند فرماتے تھے۔ اس نوجوان کے بوڑھے باپ بھی موجود تھے۔ اس لئے بعد نماز عشاء وہ اپنے باپ کی خدمت کیلئے جایا کرتے تھے۔ راستہ میں ایک عورت کا مکان تھا جو اس جوان پر عاشق تھی اور ہمیشہ اس کی کوشش کرتی کہ اپنے پاس نوجوان کو بلائے۔ اتفاقاً ایک رات یہ ادھر سے گزر رہے تھے کہ وہ عورت ان کو فریب دیکر اپنے گھر لے گئی۔ یہ دروازے پر تھے وہ مکان میں گھس گئی۔ یہ مکان میں داخل ہونا ہی چاہتے تھے کہ خوف خدا طاری ہوگیا اور یہ آیات ان کی زبان پر بے اختیار آگئی ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطن تذکروا فاذا ھم مبصرون۔ (پارہ ۹ سورہ اعراف آیت ۲۰۱)

بیشک جو لوگ پرہیز گار ہیں جب شیاطین کے اثر کی آہٹ پاتے ہیں تو اللہ تعالی کو یاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالی ان کو راہ راست دکھا دیتا ہے۔ یہ پڑھتے ہی، وہ بے ہوش ہو کر گر گئے جب اس عورت نے انہیں بے ہوش پایا تو ان کو وہاں سے اٹھا کر ان کے مکان پر ڈال آئی۔ باپ لڑکے کو ڈھونڈھتے ہوئے باہر نکلے تو بیٹے کو دروازہ پر بیہوش پایا۔ گھر کے لوگوں کو بلایا اور ان کو اندر لے گئے۔ بہت رات گزرنے کے بعد ہوش آیا۔ باپ نے حال دریافت کیا تو بیٹے نے تمام واقعہ سنایا۔ باپ نے کہا وہ کونسی آیت تھی۔ لڑکے نے اس کو دہرایا تو پھر بے ہوش ہوگئے یہاں تک کہ انتقال

ہوگیا۔ حضرت عمر کو خبر پہنچی تو آپ ان کے پاس تعزیت کو آئے اور اس نوجوان کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس جوان کا نام لے کر فرمایا: ولمن خاف مقام ربہ جنتان (پارہ ۲۷، سورہ رحمن) ترجمہ: اس شخص کے واسطے جو خدا کے سامنے کھڑے ہونے کے مقام سے ڈرتا ہے دو بہشتیں ہیں جو ان کی قبر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جواب ملا کہ بیشک میرے پروردگار نے مجھے دو جنتیں عطاء فرمائیں ۔۔ (طی الفراخ الی منازل البرازخ ص ۲۹۶) ۔۔

رشید: بھیا حمید! قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے کہ: فانک لا تسمع الموتی ولاتسمع الصم الدعاء اذا ولو مدبرین ۔ (پارہ ۲۱، سورہ روم رکوع ۸)

بے شک آپ مردوں اور بہروں کو نہیں سنا سکتے جبکہ پیٹھ پھیر کر چلے جائیں اور دوسرے مقام پر ہے: ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور ان انت الانذیر انا ارسلنک بالحق بشرا و نذیرا و ان من امۃ الاخلا فیھا نذیر و ان یکذبوک فقد کذب الذین من قبلھم جاء تھم رسلھم بالبینت و بالزبر و بالکتاب المنیر۔ (پارہ ۲۲ سورہ فاطر رکوع ۳)

ترجمہ: بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے سناتا ہے اور آپ ان کو نہیں سنا سکتے ۔ جو قبروں میں ہیں آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں ہم نے آپ کو سچا دین دیکر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں ہوتی کہ جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو اور اگر وہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو آپ سے قبل گزرے ہوؤں کو بھی انہوں نے جھٹلایا تھا۔ ان کے پیغمبر دلیلیں صحیفے اور روشن کتاب لے کر ان کے پاس آئے تھے ۔ ان آیات سے تو میت کا نہ سننا ظاہر ہوتا ہے پھر اس کا کیا جواب ہے۔

حمید: بھائی! ذرا آیت کے سیاق و سباق پر غور کرو تو تمہیں خود معلوم ہوجائے گا کہ یہاں موتی سے مراد کفار ہیں حقیقت میں مردے نہیں بلکہ خدائے تعالی نے کفار

کو مردوں سے تشبیہ دی ہے اسی وجہ سے پہلی آیت میں ولوامد برین آیا ہے جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چلے جائیں۔ پیٹھ پھیر کر جانا زندوں ہی سے متعلق ہوسکتا ہے اور بہت سے تفاسیر اور احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے اگر بقول آپ کے موتی ہی مراد لیں تو بھی سماع موتی کی نفی نہیں ہوتی مردہ نہیں سنتا نہیں کہا گیا بلکہ یہ ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ مردوں کو نہیں سناسکتے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر خدائے پاک نہ چاہے تو کوئی نہیں سنا سکتا اگر خدا چاہے تو بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سناسکتے ہیں بلکہ ہم جیسے ان کے نام لیوا بھی مردوں کو سناسکتے ہیں اسی کی مثال ہے: انک لاتھدی من احببت و لکن اللّٰہ یھدی من یشاء۔ تفسیر کبیر میں اس آیت کے معنی کی یوں توجہ کی گئی ہے کہ جب تک آدمی کو کسی سے کسی قسم کی توقع ہوتی ہے تو وہ آدمی اس کی مخالفت کرنے میں تامل کرتا ہے اور جب توقع جاتی رہتی ہے تو اچھی طرح مخالفت کرنے لگتا ہے اسی لئے اللہ تعالی نے اپنے حبیب پاک سے فرمایا کہ کفار مردوں کی طرح ہیں۔ جن کا خاتمہ کفر پر ہونا علم الہی میں مقرر ہوچکا ہے اب ان سے اسلام قبول کرنے کی توقع جاتی رہی۔

یہ ہرگز ثابت نہیں کہ مردے نہیں سنتے ان دونوں آیتوں کا شان نزول کفار کا دعوت اسلام قبول کرنے سے انکار ہے۔ اسی لئے انہیں مردہ کہا گیا چنانچہ ایک جگہ قرآن مجید میں: صم بکم عمی وھم لا یرجعون۔ بھی آیا ہے تو کیا کفار حقیقت میں اندھے بہرے گونگے تھے نہیں بلکہ ختم اللّٰہ علے قلوبھم و علی سمعھم و علی ابصارھم غشاوۃ و لھم عذاب عظیم۔ (پارہ آلم سورہ البقر رکوع ۱)۔ ترجمہ: اللہ تعالی نے ان کے دلوں پر مہر کردی ہے۔ ان کے کانوں اور آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔ اسی طرح آیات مذکور میں بھی ان کو مردہ فرمایا گیا۔

حدیث شریف: عبید ابن مرزوق سے مروی ہے کہ ایک عورت کا جو مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی اور جس کا نام ام محجن تھا انتقال ہوگیا اس کی تجہیز و تکفین نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا اطلاع شب ہی میں کردی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا تو سرکار نے استفسار فرمایا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے کہا ام محجن کی؛ فرمایا کہ کیا وہ جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ عرض کیا جی ہاں! سرکار نے صفیں باندھ کر نماز جنازہ ادا فرمائی پھر ام محجن کی طرف خطاب کر کے فرمایا تو نے اپنے پاس کونسا کام خدا کے نزدیک بہتر و افضل پایا۔ قبر سے آواز آئی مسجد میں جھاڑو دینا۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا وہ سنتی ہے حکم ہوا تم اس سے زیادہ نہیں سنتے، اور اسی طرح تلقین کا حکم بھی احادیث سے ثابت ہے۔ اس لئے بعض ائمہ نے اپنی فقہ میں بعد دفن قبر پر ہاتھ رکھ کر پڑھنا مسنون قرار دیا ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ میت سنتی ہے اور اسی طرح ایک حدیث میں وارد ہے۔ عن انس ان المیت اذا وضع فی القبر انه یسمع قرع نعالهم اذا انصرفوا۔ (رواہ مسلم) میت کو جب اس کے لوگ دفن کر کے واپس ہوتے ہیں تو وہ ان کے پاؤں کی آہٹ تک سنتی ہے۔ یہ تمام مشہور احادیث ہیں حوالہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ قبر میں جب نعش کو اتارا گیا اور منوں مٹی اس پر ڈالدی گئی تو وہ کیسے سن سکتے ہیں۔ حالانکہ ہم زندہ موٹر میں بیٹھ کر آئنہ چڑھا دینے کے بعد باہر کی آواز تک اندر نہیں سن سکتے تو معلوم ہوا کہ اس عالم کی سماعت اور ہے اور اس عالم کی اور ہے اس عالم کی سماعت پر قیاس کر کے ان کی سماعت سے انکار کرنا درست نہیں اس پر مزید بحث باعث طوالت ہوگی اس لئے اختصار کو ملحوظ رکھا گیا۔ عاقل کے لئے اشارہ کافی ہے۔

رشید: آپ نے ام محجن کی یا حضرت عمر کے قبرستان پر تشریف لیجا کر اموات سے گفتگو کرنے کی جو روایات بیان کی ہیں اس کو معجزہ یا کرامت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ مگر عوام کا گفتگو کو سننا یا جواب دینا کہاں سے ثابت ہوتا ہے۔

حمید: مذکورہ صحیح احادیث سے خود آپ کے سوال کا جواب ملتا ہے۔ بریں ہم

مزید صحیح احادیث سناتے ہیں جس سے نہ صرف سننے بلکہ کام کرنے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور صالحین سے ملاقات کرنے کا ثبوت ملے گا۔

بیہقی نے اپنی کتاب الدلائل میں ابونعیم سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں وہ یہ کہ ربعی ابن حراش فرماتے ہیں کہ میرے بھائی ربیع کا انتقال ہوگیا مجھے جب خبر ملی تو میں نے ان کے پاس پہنچا اور ان کے سرہانے بیٹھا استغفار اور ان للہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھا اس وقت ان پر چادر ڈھکی ہوئی تھی۔ یکایک انہوں نے منہ پر سے چادر نکالی اور کہا السلام علیکم میں نے کہا وعلیکم السلام پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں مرنے کے بعد حق تعالیٰ کے پاس پہنچا اس کے قرب اور جنت کی خوشبو پائی اور حق تعالیٰ کو راضی پایا۔حق تعالیٰ نے ریشمی خلعت پہنائی اور میں نے تمہارے گمان سے زیادہ آسانی پائی (اس کے بعد مجھے حکم ہوا کہ) اپنے عمل پر بھروسہ مت کرو نیک کام سے مت رکو میں نے خداوندعالم سے اجازت مانگی کہ تم کو خبر کر آؤں اور بشارت دے آؤں۔ میرا جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو حضور نماز کے منتظر ہیں جلدی کرو دیر نہ کرو یہ کہہ کر ٹھنڈے ہوگئے۔جب حضرت بی بی عائشہ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت کے بعض لوگ مرنے کے بعد بات کریں گے۔ امام ابونعیم محدث نے فرمایا کہ یہ حدیث مشہور ہے اور امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔ (عمران القلوب) یہاں یہ بات بھی سن رکھئے کہ ربیع کسی جنگ میں شہید نہیں ہوئے تھے۔

ابان ابن ابی عیاش سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضرت مورق عجلی کے انتقال کے بعد ان کی میت پر حاضر ہوئے اس وقت ان کو چادر سے ڈھانک دیا گیا تھا ہم آپس میں باتیں کرنے بیٹھے تھے یکایک دیکھا کہ ایک روشن نور ان کے سر کے پاس سے چمکا اور چھت کو پھاڑتا ہوا چلا گیا پھر ایک نور پہلے کی طرح ان کے پاؤں کے پاس

چمکا اور پھر ایک ان کے سینہ سے نکلا۔ ہم تھوڑی دیر ٹھیرے پھر انہوں نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹایا اور کہا تم نے کچھ دیکھا ہم نے عرض کی جی ہاں! اور جو دیکھا تھا اس کی خبر دی تو کہنے لگے یہ سورہ سجدہ تھا جسے میں ہر رات پڑھا کرتا تھا جو نور تم نے میرے سر کے پاس سے نکلتا دیکھا وہ سورہ سجدہ کی ابتدائی چودہ آیتیں تھیں اور جو نور پاؤں کے پاس نکلتا دیکھا وہ آخر سورہ کی چودہ آیتیں ہیں اور جو نور سینہ سے چمکتا دیکھا وہ سجدہ کی آیت ہے یہ آیتیں میری شفاعت کیلئے اوپر جاری تھیں یہ کہکر وہ ٹھنڈے ہوگئے۔ (عمران القلوب)۔

امام بیہقی اپنے استاد سے روایت کرتے ہیں کہ ہاشم بن محمد عمری نے فرمایا کہ میرے باپ مدینہ طیبہ میں شہیدوں کے قبور کی زیارت کیلئے مجھے ساتھ لے چلے میں پیچھے پیچھے جارہا تھا وہ جب مزارات پر پہنچے تو باآواز بلند کہا:

السلام علیکم بما صبر تم فنعم عقبی الدار

اس کا جواب آیا

وعلیکم السلام یا اباعبد اللہ

باپ نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا جواب تم نے دیا میں نے کہا نہیں تو والد نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے سیدھے جانب کھڑا کیا اور پھر دوبارہ السلام علیکم کہا تو پھر دوسری بار بھی اسی طرح جیسے پہلے جواب ملا تھا۔ جواب ملا۔ اسی طرح پھر السلام علیکم کہا تو پھر جواب ملا تب میرے والد نے سجدہ شکر ادا کیا (عمران القلوب)۔

ترمذی نے حضرت عباس سے روایت کی ہے کہ ایک صحابی نے ایک جگہ خیمہ کھڑا کیا وہاں قبر تھی مگر انہیں اس کا علم نہ تھا کہ یہاں کوئی قبر ہے اس قبر سے قرات کی آواز سنائی دی کہ کوئی شخص سورہ ملک کی تلاوت کررہا ہے یہاں تک کہ پوری سورۃ پڑھی وہ صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کی خبر دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی سورت نجات دینے والی اور عذاب قبر

سے روکنے والی ہے۔۔

امام ابوالقاسم فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کی تصدیق کہ مردہ قبر میں تلاوت قرآن کرتا ہے ثابت ہوتی ہے ۔ (عمران القلوب)۔

ابو نعیم نے لیث ابن سعد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص اہل شام سے شہید ہوگیا اور ہر جمعہ کی شب میں اپنے والد کے خواب میں آتا اور ان سے بات چیت کرتا تھا ایک جمعہ کی شب میں وہ حسب عادت خواب میں نہیں آیا۔ دوسری شب جمعہ کو جب خواب میں آیا تو باپ نے کہا کہ اے میرے بیٹے گزشتہ جمعہ کی شب میں تمہارے نظر نہ آنے کی وجہ سے مجھے بہت صدمہ ہوا بیٹے نے کہا کہ عمر ین عبدالعزیز کی میت میں تمام شہدا کو حاضر ہونے کا حق تعالی نے حکم دیا تھا۔ اسی لئے میں بھی وہاں چلا گیا تھا اور ہم سب نے وہاں جاکر ان سے ملاقات کی اور ان کے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ (عمران القلوب)۔۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ شرح الصدور میں امام عارف باللہ ابوالقاسم قیشری قدس سرہ کے رسالہ کا حوالے دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابوسعید خراز نے روایت کی ہے کہ میں مکہ معظمہ میں تھا باب بنی شیبہ پر ایک نوجوان کو مردہ پایا نظر کی تو وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا: یا اباسعید اماعلمت ان الاحباء احیاء و ان ماتو وانما ینقلبون من دار الی دار ۔ اے ابوسعید کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں اور وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل کئے جاتے ہیں۔۔

روایت مذکور سے خاصان خدا کو حیات جاودانی عطاء ہونے کا بین ثبوت ملتا ہے اس لئے ان کو مردہ سمجھنا سخت غلطی ہے۔۔

●☆●☆●

استعانت

رشید: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: الا للہ الدین الخالص و الذین اتخذو من دونہ اولیاء مانعبدھم الالیقربونا الی اللہ زلفی۔

ترجمہ: آگاہ رہو کہ اللہ ہی کیلئے خالص عبادت ہے اور جنہوں نے اس کے سوائے دوسروں کو حمایتی ٹھہرایا اور کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے مرتبۂ قرب میں نزدیک کریں (پارہ ۲۳۔ سورہ زمر۔ آیت ۳)۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: قل ارایتم شرکاء کم الذین تدعون من دون اللہ ارونی ماذا خلقوامن الارض ام لھم شرک فی السموات ام اتیناھم کتابا فھم علی بینۃ منہ بل ان یعد الظلمون بعضھم بعضاالاغرور

ترجمہ: اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کہدیجئے کہ کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا جنہیں تم خدا کے سوا پکارتے ہو مجھے دکھلاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا پیدا کیا اور کیا آسمانوں (کی خلقت) میں بھی ان کی شرکت ہے یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے جس سے وہ سند رکھتے ہوں بلکہ یہ ظالم تو ایک دوسرے سے دھوکے کا ہی وعدہ کرتے رہتے ہیں (پارہ ۲۲ سورہ فاطر آیت ۴۰)۔

اور ایک جگہ: قل ادعوالذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولاتحویلا۔

ترجمہ: کہدیجئے کہ بلائیں ان لوگوں کو جنہیں سوائے خدا کے معبود ہونے کا گمان رکھتے ہیں وہ تم سے تمہاری تکلیف دور کرنے کی قوت کے بھی مالک نہیں ہیں اور نہ کسی تبدیل کی۔ (پارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل۔ آیت ۵۶)۔

اور اس طرح بیسوں آیتیں ہیں۔ ان آیتوں سے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔ ☆

●☆●☆●

عبادت

حمید: جناب! پہلے آپ عبادت کی تعریف فرمائیے کہ عبادت کس کو کہتے ہیں؟

رشید: آپ ہی فرمائیے۔

حمید: دیکھئے عبادت صرف سجدہ، رکوع اور طواف کرنے یا روزہ رکھنے کا نام نہیں ہے بلکہ عبادت خدا کی طرف اپنے خیال کو رجوع کرنے کو کہتے ہیں۔

دیکھئے ایک شخص قرآن پڑھتا ہے اور دوسرا صرف اس کو سنتا رہتا ہے تو یہ قرآن کا سننا عبادت ہے یا نہیں؟ حالانکہ اس کا کوئی عضو حتی کہ بال تک حرکت نہیں کررہا ہے اسی طرح کوئی اپنے بچے کو اس خیال سے پیار کرے کہ یہ خدا کا بندہ ہے خداوند عالم نے اس کی پرورش مجھ سے متعلق کی ہے یا اپنی بی بی کو نفقہ اس خیال سے دے کہ یہ خدا کا حکم ہے یا اس کے ساتھ تعلقات زوجیت قائم رکھے اس خیال سے کہ یہ خدا کا حکم ہے تو یہ تمام چیزیں داخل عبادت ہیں یا نہیں؟

چنانچہ قرآن مجید میں انبیائے کرام کے حالات میں یوں آیا ہے کہ:

ان صلاتی ونسکی و محیای و مماتی للّٰہ رب العالمین۔

بے شک میری نماز اور میری قربانی میری حیات ممات اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے۔ (پارہ ۸۔ سورہ انعام۔ رکوع ۱۰)۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو کام خدا کے خیال سے کیا جاتا ہے عبادت ہے اور جو کام خدا کے خیال سے نہیں کیا جاتا وہ عبادت نہیں۔

مخفی مبادکہ عبادت کا دار و مدار نیت و اعتقاد پر ہے جو دل کی صفت ہے نہ کہ ہاتھ پیر کی۔ آپ نے جو آیتیں پیش کیں وہ بتوں کی پرستش سے متعلق ہیں جو کسی قسم کا ضرر یا نفع نہیں پہنچا سکتے۔ ہر چیز کو اس کے محل پر رکھنے کا حکم ہے۔ چنانچہ صحاح کی ایک حدیث مسلم کے حوالہ سے علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب استغاثہ میں نقل کی ہے کہ جو آیتیں بتوں سے متعلق نازل ہوئی ہیں انکو صالحین پر محمول مت کرو۔

اب یہاں بطور خاص یہ غور طلب ہے کہ جمادات کے حالات اور ہیں نباتات کے اور حیوانات کے احکام جدا ہیں اور انسان کے جدا ، انسان تو اشرف المخلوقات ہے ۔ خلیفۃ اللہ فی الارض ہے ان میں بھی اولیاء کے حالات عوام سے مختلف ہیں اور خود انبیاء کے منجملہ بھی ہر ایک کے مقامات مختلف ہیں چنانچہ : تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض۔ کلام اللہ میں آیا ہے ۔اس لئے ادنی کے حالات کو اعلی پر قیاس کرنا کم سمجھی کی بات ہے ۔۔

رشید : اولیاء کے متعلق بھی کیا کوئی آیت اور حدیث آپ پیش کر سکیں گے ؟

حمید : ہاں ایک نہیں متعدد آیات ہیں قرآن مجید میں ۔ ان کی توصیف یوں کی گئی ہے :

الا ان اولیاء اللّٰہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔

آگاہ رہو کہ بیشک اللہ کے دوستوں کو نہ تو کوئی خوف ہوتا ہے نہ غم ۔ (پارہ ۱۱۔ سورہ یونس رکوع ۴) ۔

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقامو اتتنزل علیھم الملئکہ الاتخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاء کم فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ۔ الخ

ترجمہ : بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالی ہے اور اس پر استقامت اختیار کرلی تو ان پر فرشتے اترتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تم کوئی خوف نہ کرو اور نہ غمگین ہو تمہارے لئے جنت کی بشارت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ۔ ہم تمہارے دنیا میں اور آخرت میں مددگار ہیں ۔ (پارہ ۲۴۔ سورہ فصلت رکوع ۴)

اور ایک جگہ ہے :

ان الذین قالو اربنا اللّٰہ ثم استقاموا فلا خوف علھیم ولاھم یحزنون۔ اولئک اصحب الجنۃ خالدین فیھا جزآء بما کانو یعملون۔

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب پروردگار ہے اور اس پر استقامت حاصل کی تو ان کو نہ کوئی خوف ہوتا ہے نہ غم یہی لوگ جنتی ہیں جو ہمیشہ اس میں رہیں گے ۔ یہ ان کے اعمال کی جزا ہے ۔ (پارہ ۲۶ ۔ سورہ احقاف رکوع ۲) ۔

اور ایک مقام پر یوں تعریف فرمائی گئی کہ :

رضی اللّٰہ عنہم و رضوا عنہ ذالک لمن خشی ربہ ۔ وہ اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی یہ وہ ہیں جو ہمیشہ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے ۔ (پارہ ۳۰ سورہ البینہ رکوع ۱) ۔۔

ان اولیاء کرام سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الابدال فی ھذہ الامۃ ثلاثون مثل ابراہیم خلیل الرحمن کلمامات رجل ابدل اللّٰہ مکانہ رجلا اخرجہ احمد بسند صحیح عبادۃ بن صامت ۔

روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اس امت میں ابراہیم خلیل اللہ کے مثل تیس ابدال ہوتے ہیں کہ جب ان میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو پروردگار عالم دوسرے کو ان کی جگہ پر مقرر فرماتا ہے ۔ (اسکی روایت امام احمد نے سند صحیح سے کی ہے) ۔۔

اور اسی کی تائید میں دوسری ایک حدیث بھی عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں تیس ابدال ہوتے ہیں کہ ان کی وجہ سے زمین قائم ہے انہی کی برکت سے پانی برستا ہے اور ان کی وجہ سے فتح و نصرت ملتی ہے ۔۔

اسی طرح کے اور متعدد احادیث آئے ہیں جن کو قاضی شوکانی صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے اور اپنی کتاب فوائد مجموعہ " میں ثبوت ابدال کی تعریف میں ان کا تذکرہ کیا ہے ۔۔

دیگر مختلف احادیث مختلف طریقوں سے آئی ہیں جن کے منجملہ بعض کی روایت امام ترمذی نے بھی کی ہے اور طبرانی ابن عساکر نے بھی کی ہے صاحب عمران القلوب نے نقل کیا ہے جس کسی کو تفصیلی مطلوب ہو وہ اصل کتاب کو دیکھ سکتا ہے ۔۔

اولیاء کرام شمع رسالت سے اکتساب نور کرتے ہیں اور اولیاء کے متعلق ایک مشہور مقولہ ہے:

الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ۔

(کہ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں) انبیائے کرام کیلئے جیسے معجزات کا ظہور لازمی ہے تاکہ بندگان خدا راہ راست پر آئیں۔ اسی طرح اولیاء کرام سے بھی خرق عادات یعنی کرامات کا ہونا ضروری ہے کہ نبوت کا لازمہ جس طرح معجزات ہیں اسی طرح ولایت کا لازمہ کرامات ہیں ۔۔ ☆

●☆●☆●

اولیاء کرام

رشید: ہم کسی کے متعلق کس طرح معلوم کریں کہ یہ ولی ہے یا نہیں ؟

حمید: صاحب احسن التفاسیر نے الا ان اولیاء اللہ کی تفسیر میں مسند امام احمد و ابوداؤد کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس و ابو مالک اشعری کی جو روایات نقل کی ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولیائے کرام کی نشانی یہ بتائی کہ ان کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے اور بحوالہ بخاری حضرت ابوہریرہ کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں اولیاء اللہ کی یہ نشانی بتائی گئی ہے کہ وہ علاوہ فرض عبادت کے اکثر نفل عبادت میں ان کے ہاتھ پیر کان سب اعضا لگے رہتے ہیں اور مستدرک میں حاکم کے حوالہ سے حضرت ابن عمر کی ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ یہ گروہ اولیاء بغیر روپے پیسے کے لالچ اور بغیر رشتہ داری کے اللہ کے واسطے باہم بڑی گہری محبت رکھتے ہیں قیامت کے دن جب اور لوگوں کو خوف ہوگا تو یہ بے خوف و خوشحال ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کی بڑی عزت فرمائے گا اور ان کو نور کے ممبر بیٹھنے کو ملیں گے ۔۔

ایک ڈاکٹر کسی ملک سے ہمارے ملک میں آتا ہے اور ہم کو اس کے متعلق علم نہیں ہوتا کہ وہ کونسی ڈگری رکھتا ہے ۔ کہاں کا سند یافتہ ہے ۔ معالجات میں اس کو کہاں تک مہارت حاصل ہے لیکن جب لوگ اس کے پاس رجوع ہوتے ہیں اور اس سے فائدہ پہنچتا ہے اور ہمیں بھی اس کا علم ہوتا ہے کہ یہ فلاں مقام کا ہے فلاں ڈگری رکھتا ہے تو ہمیں یقین آتا ہے کہ یہ ڈاکٹر قابل ہے اسی طرح بزرگان دین کی زندگی ان کے زہد و تقویٰ کا حال اور ان کے سلسلہ کا ان کے مرشدین کے احوال اور لوگوں کے ان کے پاس رجوع ہو کر فائدہ حاصل کرنے سے یقین کیا جاتا ہے کہ یہ بیشک خدا کے ولی ہیں ۔۔

رشید: خیر یہ تو آپ نے اولیاء اللہ سے متعلق تشریح کی لیکن میں نے جو آیات پیش کی ہیں اس کا تشفی بخش جواب نہیں ملا۔

حمید: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین کے زمانہ میں ایسے متعدد واقعات دیکھے گئے جو آپ کے خیال کے مطابق آیات مذکورہ کے بالکل مخالف پڑتے ہیں۔ (جس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ پیش کی جائے گی)۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات بتوں اور کفار ہی سے متعلق ہیں۔۔

قرآن مجید میں جو کچھ ارشاد ہوا بالکل بجا و درست ہے۔ قرآن پر کس کا ایمان نہیں کون ایسا مسلمان ہے جو قرآن پر ایمان نہ رکھتا ہو جو کچھ زمین و آسمان میں ہے وہ سب پروردگار عالم ہی کا پیدا کیا ہوا ہے نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ ہمسر۔

وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شی قدیر۔

پر ہر مومن کا ایقان ہے۔ لیکن کفار بتوں کو خدا کا شریک قرار دیتے تھے۔ پانی برسانیوالا خدا علحدہ مارنے والا جدا جلانے والا الگ روزی دینے والا علیحدہ۔ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں فرض کیا جاتا تھا اس طرح کی حرکات کا قرآن مجید میں تذکرہ بھرا پڑا ہے اور دھوکہ یہ دیا جاتا تھا کہ: ھولاء شفعاء نا عند اللہ

یہ ہمارے شفاعت کرنے والے ہیں خدا کے پاس اس لئے ہم ان کی پرستش کرتے ہیں جن کی دروغ گوئی کا خداوند عالم نے قرآن مجید میں خود جواب دیدیا ہے۔۔

رشید: آپ کے اس بیان سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ بزرگان دین کے مزارات پر جانا ان کو سننے والا دیکھنے والا مدد کرنے والا سمجھنا یہ سب جائز ہے۔

حمید: انشاء اللہ تعالی آپ کے ان تمام سوالات کا جواب تفصیل سے دیا جائے گا۔ فی الوقت آپ سے اتنا کہہ دینا چاہتا ہوں کہ آپ ہمیشہ ہر چیز کو اس کے محل پر رکھ کر غور کیجئے۔۔ وضع الشی علی غیر محلہ درست نہ ہوگا۔۔ ☆

تشریح ایاک نعبد و ایاک نستعین

رشید: ایاک نعبد و ایاک نستعین ۔ آپ نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم خدا ہی کی پرستش کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں تو پھر غیر خدا کی پرستش اور ان سے استمداد کیسے جائز ہو سکتی ہے ؟

حمید: تو پھر کیا کعبہ کی جانب آپ سجدہ نہیں کرتے اگر کرتے ہیں تو کیا وہ آپ کا معبود ہے ؟ نہیں! بلکہ اس کو جہت سجدہ قرار دیا گیا ہے تاکہ تمام مسلمان ایک ہی جانب سجدہ کریں۔ دیکھو کبھی کعبہ کی عمارت ظالموں نے توڑ دی یا اچھی طرح بنانے کی غرض سے توڑ دی گئی مگر نماز برابر جاری رہی اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ کعبہ نہ مسلمانوں کا معبود ہے نہ اس کی نماز پڑھی جاتی ہے اور نہ مسلمانوں کی نماز کعبہ کی عمارت پر موقوف ہے بلکہ کعبہ صرف جہت جامع ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔ دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قبلہ کی جانب منہ کر کے پیشاب کرنا کیوں منع کیا گیا ہے ؟ اور سوتے وقت قبلہ رو سونا کیوں سنت ہے ؟ اور مردہ کو قبلہ رو کیوں کیا جاتا ہے ؟ اور قبر میں قبلہ رو کیوں لٹایا جاتا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ خدا کا گھر قرار پایا تو اسکی تعظیم و تکریم خداوند عالم کی تعظیم و تکریم ہے۔ یہ ایک غور طلب بات ہے کہ جب کسی سے نسبت ہوتی ہے تو احکام بھی اسی کے مرتب ہوتے ہیں مثال کے طور پر میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اگر کوئی شخص زمین کو روند کر کسی کے متعلق یہ کہے کہ میں فلاں کی دستار کو جوتیوں میں رگڑ رہا ہوں تو اس کو جس کی توہین کی گئی ازالہ حیثیت عرفی کے دعوی کا حق حاصل ہو جاتا ہے اور اگر وہ دعویٰ کرے تو اس طرح کی توہین کرنے والے کو سزاء ہوگی۔ اسی طرح ایک گھر کی نسبت جب خدا کی جانب ہو گئی اور اس کو بیت اللہ کہا گیا تو اس کا احترام واجب ہو گیا اس لئے قبلہ رو پیشاب وغیرہ کرنا ممنوع قرار پایا یہاں ایک بات سمجھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ نسبت سے احترام واجب

ہوجاتا ہے ۔ چاہے آپ نبی اللہ کہیں یا ولی اللہ بہر حال جب نسبت خدا سے قائم ہوگئی تو احترام واجب ہوگیا ۔

مومن کے دل کی عزت عمارت کعبہ سے بڑھ کر ہے کیونکہ لایسع ارضی ولا سمائی ولکن یسع قلب عبدنا المومن (اخرجہ الدیلمی فی الفردوس عن انس ابن مالک) جس کا ترجمہ اس شعر میں یوں کیا گیا ہے ۔

ارض و سماں کہاں تری وسعت کو پاسکے

میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

دوسرا جزو ایاک نستعین کہ ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں تو پھر کسی اور سے مدد طلب کرنا جائز ہی نہیں بلکہ شرک و کفر سمجھا جائے گا حالانکہ ہم صبح سے شام تک ایک دوسرے سے مدد طلب کرتے ہیں ۔ بی بی سے کھانا طلب کیا جاتا ہے بچوں سے پانی طلب کیا جاتا ہے احباب سے مختلف طریقوں سے مدد طلب کی جاتی ہے بہر حال ایسی سینکڑوں چیزیں ہیں جس کی روز مرہ کے حالات سے تصدیق ہوتی ہے تو پھر اس کے متعلق آپ کا کیا جواب ہے ۔

رشید: یہ زندوں سے متعلق ہے جو مر گئے ان سے اس طرح مدد طلب کرنا یقیناً شرک و کفر ہے ۔

حمید: زندوں سے مدد طلب کرنا جائز اور مردوں سے ناجائز کیا اس کا ثبوت آپ حدیث و قرآن سے دے سکتے ہیں کیوں کہ ایاک نستعین سے تو خدا ہی سے مدد طلب کرنا نکلتا ہے اور یہ حصر کے ساتھ ہے تو پھر ان سے جائز اور ان سے ناجائز کہنا غلط ہوگا کیونکہ اصول فقہ کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ جو حکم مطلق ہو اس کی تخصیص بغیر کسی دلیل قطعی کے نہیں ہو سکتی ۔

جیسے ایاک نعبد و ایاک نستعین میں حصر ہے ویسے ہی ھو السمیع البصیر میں بھی حصر ہے کہ وہی سنتا ہے وہی دیکھتا ہے تو تمام انسان و حیوان و چرند و پرند سب کو

اندھا بہرا تسلیم کرنا پڑے گا۔ دیکھئے اسی لئے میں نے پہلے ہی آپ سے کہا ہے کہ ہر چیز کو اس کے محل پر استعمال کیجئے یہاں دو مسئلے بہت نازک ہیں۔۔

عینیت و غیریت

ایک مسئلہ عینیت و غیریت کا کہ جس نے عین سمجھا وہ عبادت ہو گئی یعنی قابل عبادت یا مدد کرنے والا دیکھنے والا اسی قادر حقیقی کو سمجھتا ہے اور جس نے غیر سمجھا وہ شرک و کفر میں مبتلا ہو گیا۔ چنانچہ ایک روایت میں یوں آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: انما انا قاسم واللہ عزوجل یعطی۔ (اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں) ۔ راوہ بخاری فی کتاب العلم۔ دینے والا تو خدا ہی ہے مگر خدا کے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مل رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے اولیاء کو اور اولیاء کے ہاتھوں سے ہم کو مل رہا ہے اسی طرح سمیع بصیر قدیر تو حقیقت میں خدا ہی کی صفات ہیں اور جو کچھ بھی دنیا میں ہم دیکھ رہے ہیں وہ خدا ہی کا عطیہ انبیاء میں اور اولیاء میں دکھائی دیتا ہے۔۔

توکل

دوسرا مسئلہ توکل ہے۔ ارشاد باری ہے: ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ (جو خدا پر بھروسہ کرے خدا اس کیلئے بہت کافی ہے)

یہ خدا کا کلام ہے لیکن یہ خاصان خدا کا مقام ہے۔ آپ اسکو عامۃ الناس پر خیال کریں گے تو صحیح نہ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنے اونٹ کو خدا پر بھروسہ کرکے چھوڑ دیا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ کیا تو نے اس کے پیروں میں عقال بھی لگا دیا ہے۔ یعنی اس کا ایک گھٹنا باندھ دیا ہے۔ اس نے عرض کی کہ نہیں! تو حکم ہوا کہ پہلے اس کا گھٹنا باندھ پھر خدا پر بھروسہ کر۔ یہاں گھٹنا باندھنے کا کیوں حکم دیا گیا؟ کیا بغیر گھٹنا باندھے خدا پر بھروسہ کرتا تو اچھا نہ ہوتا؟ چونکہ ہر ایک کا حال جدا ہے اس لئے اسکے متعلق احکام بھی جدا ہیں۔ اعرابی ایک دیہاتی آدمی تھا، اس کے

لحاظ سے اسی طرح کا حکم دیا گیا۔

توکل سے متعلق ایک واقعہ اور سنئے۔ ایک صحابی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم گھوڑے پر سوار ہو اور تمہارا کوڑا نیچے گر جائے تو تم کسی سے اپنا کوڑا طلب نہ کرو بلکہ خود اتر کر اس کو لے لو۔ اس ارشاد میں کیا فوائد ہیں، وہ غور طلب ہیں۔

عرب کا مقولہ ہے: الاحسان یقطع اللسان (احسان زبان کاٹ دیتا ہے)

یعنی ہم محسن کے مقابلہ میں پھر کچھ کہہ نہیں سکتے چاہے وہ خدا کی نافرمانی کرے یا فرمابرداری۔ گویا حق بات کہنے سے بھی مجبور ہو گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: وامر بالمعروف وانہ عن المنکر۔ تو یہ ارشاد کس لئے ہوا اور ہم اس کے کیا معنی لے رہے ہیں۔

بہرحال میرے کہنے کا مقصد یہی ہے کہ عامتہ الناس پر خاصان خدا کے احوال کو قیاس مت کرو۔

سجدہ اور سجدہ کے اقسام

رشید: تو آج کل کے تمام اعمال شرک کو کیا آپ اچھا سمجھتے ہیں؟

جواب: میں سمجھا ہی نہیں کہ اس سے آپ کا کیا مطلب ہے۔

رشید: یہی کہ لوگ قبروں پر سجدہ کرتے، بوسہ دیتے اور دنیا بھر کے لغو حرکات کرتے ہیں جو شرک و کفر کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔

حمید: جناب! آپ کے سوال کے جواب سے پہلے یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اب تک آپ سے جو کچھ بیان کیا اس کا مقصد یہی ہے کہ آپ جن کو مردہ تصور کرتے ہیں وہ غلط ہے بلکہ وہ زندہ ہیں۔ آئندہ اس کا خیال رکھتے ہوئے اعتراض فرمائیے اور پہلے آپ سجدہ کی تعریف فرمایئے کہ سجدہ صرف سر کو جھکانے کا یا بوسہ دینے کا نام ہے یا اس میں دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں اور سر کا جھکانا بھی شریک

ہے اور سب سے اہم بات تو نیت کا ہوتا ہے کہ نہیں ؟ کیا آپ کو لوگوں کے دلی خیالات کا بھی ہوجاتا ہے ؟ کیا آپ کو علم غیب بھی حاصل ہے اور آپ نے کتنے لوگوں کا استقرا کیا ہے اور ان کے حالات سے واقفیت حاصل کی ہے یا بلا تحقیق شرک و کفر کا الزام لگانے کی جراءت بیجا کررہے ہیں۔

رشید: نہیں صاحب! آخر ظاہری حالت بھی تو کوئی چیز ہے ؟

حمید: ابھی ہم نے بیان کیا ہے کہ سجدہ میں نیت کو بڑا دخل ہے۔ لہذا ظاہری افعال سے شرک و کفر کا الزام بغیر دل کا حال جانے لگانا صحیح نہیں ہے۔ سجدہ تو بیشک غیر خدا کو جائز نہیں اور سجدہ بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک سجدہ تعبدی۔ یہ تو سوائے خدا کے دوسرے کے لئے بے شک حرام ہے۔ دوسرا سجدہ تعظیمی یہ البتہ سرکار کے زمانہ میں حرام کیا گیا اور یہ ظاہر ہے کہ حرام کا مرتکب کافر یا مشرک نہیں ہوسکتا۔

رشید: آپ نے دو قسم کے سجدے کہاں سے نکالے ؟

حمید: تعبدی سجدہ تو نماز ہی سے ظاہر ہے اور تعظیمی سجدہ کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد خدائے تعالی نے تمام فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ دوسرے جب حضرت یوسف علیہ السلام شاہ مصر بنے تو آپ کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ دیکھئے سورہ یوسف:

ورفع ابویه علی العرش و خروا له سجدا وقال یابت هذا تاویل رویای من قبل۔ (پارہ ۱۳ رکوع ۵)

ترجمہ: اور اپنے ماں باپ کو تخت پر چڑھادیا اور سب یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ میں گرپڑے۔ تو یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے باپ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے۔

تو یہ سجدہ جو فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو کیا یا ماں باپ اور برادران یوسف علیہ السلام نے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو کیا یہ سجدہ تعظیمی تھا نہ کہ تعبدی۔ پہلے انبیاء کے زمانے میں تعظیمی سجدہ جائز تھا لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سے مطلقاً منع فرما دیا۔ اس لئے سجدہ تعظیمی حرام ہے اور صرف اس کے ساتھ نیت عبادت ہونے کی شکل ہی میں شرک ہوسکتا ہے۔

رشید: سجدہ تعظیمی جب آپ ہی کے قول سے حرام ہے تو حرام فعل کا مرتکب گنہ گار ہے حالانکہ اس طرح کا سجدہ مزارات پر اکثر دیکھا جاتا ہے؟

حمید: پہلے تو ایسے فعل کے کرنے والے اکثر جہلا ہوتے ہیں اور جہلا سے متعلق اس سے بڑھ کر اور بہت سے واقعات ہیں۔ چنانچہ وہ ماتا کی گڑیا کے پاس بھی جاتے ہیں اور برہمن کی کڑہائی بھی کرتے ہیں اور دنیا بھر کے اعمال شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مجھے آپ پر بڑا افسوس ہوتا ہے کہ بزرگان دین کے قبور کے پاس سجدہ کرنے والوں کو روکنے کی کوشش میں تو آپ کی عمر گذری حالانکہ یہ شرک و کفر نہ تھا البتہ وہ حرام فعل کے مرتکب ہو رہے تھے مگر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کی عمر کا کیا کوئی دن ایسا بھی گذرا ہے کہ ماتا کی گڑی کے پاس جانے والوں کو کبھی روکا ہے یا برہمن کی پرستش کرنے والوں کو بھی منع کیا ہے۔ ان تمام بحث و مباحثہ کے قطع نظر ہم خود ایسی باتوں کو پسند نہیں کرتے لیکن جو لوگ، اسے شرک و کفر کہتے ہیں وہ بھی حد سے گذر گئے ہیں۔

قبور کو بوسہ دینا

رشید: مولانا! جو کچھ آپ نے کہا وہ سجدہ سے متعلق تھا لیکن جو لوگ قبر کو بوسہ دیتے یا قبر سے لپٹ جاتے ہیں جس میں رکوع اور سجود کی ہئیت پیدا ہوجاتی ہے یہ بھی تو سراسر ناجائز ہے؟

حمید : جناب ! امام احمد نے اپنی مسند میں اور حاکم نے مستدرک علی الصحیحین میں روایت کی ہے کہ ایک روز مروان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار مبارک پر حاضر ہوا تو ایک شخص کو اپنا منہ حضور انور کی مزار شریف پر رکھے ہوئے پایا ۔ یہ دیکھ کر مروان نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کیا کر رہے ہو ؟ پھر جب روبرو آیا تو دیکھا کہ وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں ۔ پھر حضرت ابو ایوب انصاری نے مروان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہیں نہ کہ پتھر کے پاس ۔ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم دین پر مت روؤ جبکہ دین پر ایسے لوگ حاکم ہوں جو اس کے اہل ہوں البتہ اس وقت رونا جبکہ نااہل اور ناقابل دین پر حاکم بنیں اسی حدیث کو علامہ ہیثمی محدث نے جو فن حدیث کے ناقدین میں سے ہیں مجمع الزوائد میں ایک باب کی سرخی اس طرح دیکر لکھا ہے " باب وضع الوجہ علی قبر رسول اللہ " اسی حدیث کو ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے نقل کرکے اسکے رجال کی توثیق کی ہے اور اسی کو حاکم نے مستدرک میں بھی نقل کیا ہے اور اس حدیث کی نسبت حاکم نے یہ بھی کہا کہ ہے کہ صحیح علی شرط الصحیحین یعنی بخاری و مسلم کے شروط پر اس کے اسناد جید ہیں ۔ اس حدیث شریف سے قبر پر منہ ملنا ، تعظیم و تکریم کرنا ثابت ہوتا ہے ورنہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی سے یہ فعل سرزد ہونا اور یہ فرمانا کہ میں رسول اللہ کے پاس حاضر ہوا ہوں نہ کہ پتھر کے پاس جو مروان کی نافہمی اور تعجب کا جواب ہے کیونکہ مروان اس کو ناجائز سمجھ رہا تھا اور حضرت ابو ایوب انصاری کے آخری فقرے یہ بتا رہے تھے کہ تو مسلمانوں پر حکومت کرنے کے قابل نہیں ۔

ندا

رشید : مولانا ! وقت مصیبت بزرگان دین کو جو پکارتے ہیں مثلاً یا رسول اللہ ، یا علی ، یا غوث اعظم اور بزرگان دین سے مدد طلب کرتے ہیں ۔ اس طرح کے عمل کو کیا

آپ جائز سمجھتے ہیں حالانکہ حاضر و ناظر، دانا و بینا پروردگار عالم کی ہی ذات ہے اور یہ بزرگان دین پکارنے والوں سے سینکڑوں میل دور ہیں اگر وہ اپنے قبور میں زندہ بھی ہوں تو اسطرح ندا کرنا حاضر وناظر کیلئے ہوتا ہے نہ کہ غائب کیلئے جو سراسر شرک و کفر ہے ؟

حمید : جناب ! آپ نماز میں جب التحیات پڑھتے ہیں تو " السلام علیک ایھاالنبی " نہیں کہتے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا مزار مبارک سات دریا کے پار ہے اور یہ الفاظ التحیات میں شارع علیہ السلام کے مقرر کردہ ہیں ۔ اس کے باوجود نماز مکمل اور درست ہوتی ہے ۔ آپ خود کہئے کہ یہ ایھا کا خطاب جس کے ساتھ ہورہا ہے وہ کہاں ہیں اور یہ تخاطب کیسا ؟ کنز الدقائق میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم پر آپ کی امت کے نمازی ظاہر ہوتے ہیں بلکہ یہہ خیال کیا جائے کہ آپ ان کے سامنے موجود ہیں اور بڑے بڑے علماء اس طرف گئے ہیں کہ جب التحیات میں السلام علیک ایھاالنبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ کہے تو سرکار کا تصور کرے بلکہ تصور خود آتا ہے کیونکہ جس کسی کا بھی نام آپ لیں گے ساتھ ہی اس کا تصور خود سامنے آجائے گا ۔

بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کا یہ عمل رہا ہے کہ جب مسجد نبوی میں داخل ہوتے تو السلام علیک ایھاالنبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہتے امام مالک کا بھی یہی مسلک تھا ۔

استمداد

رشید : بزرگان دین سے استمداد کیونکر جائز ہے ؟

حمید : آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی تشریف فرمائی کے زمانے کا ایک واقعہ آپ کو سناتا ہوں کہ بنو خزاعہ اور بنو بکر دو قبیلے آپس میں نزاع رکھتے تھے ۔ صلح حدیبیہ

کے وقت جب کفار سے معاہدہ ہوا تو اس وقت بنو خزاعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف قرار پائے اور بنو بکر کفار کے ۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش کے مابین مصالحت ہو چکی تھی اس لئے ان دو قبیلوں میں بھی لڑائی موقوف ہو گئی۔ ایک وقت بنو بکر نے بنو خزاعہ پر شب خون مارا۔ بنو خزاعہ کے راجز نے ندا دی "یا محمد" (ہماری مدد کرو) دیکھئے اس وقت بنو خزاعہ مکہ میں ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ ہی سے ندا کا جواب دیا کہ لبیک (میں تمہاری مدد کو پہنچا) چنانچہ مکہ پر یورش اور اسکے فتح کی بناء یہی تھی ۔ اب آپ خود غور کیجئے کہ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کتنے دور دراز مقام پر ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں سے ان کی ندا کو سماعت فرمایا۔

اس کے علاوہ اور ایک واقعہ سنئے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک بار ممبر پر خطبہ دے رہے تھے وسط خطبہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے "یا ساریہ الجبل فرمایا جس کو تمام صحابہ سنکر متحیر ہو گئے کہ یہ "یاساریہ الجبل" کہنے کا کونسا محل ہے ۔ اس خطبہ کے وقت مسلمانوں کا لشکر کفار کے مقابل میں برسرپیکار تھا اور یہ لشکر مدینہ طیبہ سے سینکڑوں میل کے فاصلہ پر تھا (یعنی ملک نہاوند میں جو ایران کا علاقہ ہے) اس لشکر کے سپہ سالار کا نام "ساریہ" تھا ۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی آواز لشکر میں پہنچتی ہے اور لشکر والے پہاڑ کی طرف رخ کرتے ہیں اور فتحیاب ہوتے ہیں ۔ اب غور طلب یہ بات ہے کہ نہاوند یعنی ایران کے علاقہ کے حال کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے دیتے ممبر پر کیسا معائنہ فرمایا اور یہ آواز آپ کی ملک نہاوند کیسے پہنچی۔

میں نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کے کتب سیر شاہد ہیں۔ آپ جس کتاب میں چاہیں اس کو دیکھ سکتے ہیں۔

دلیل دوم:

ایک نابینا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ

میرے بیناء ہونے کیلئے دعاء فرمائیے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تجھے منظور ہو تو دعاء کروں اور جو صبر کرے تو بہتر ہے عرض کی نہیں دعاء کیجئے ۔ آپ نے فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر کے یہ دعاء پڑھ ۔ ترمذی کی روایت میں دعاء کے الفاظ حسب ذیل ہیں : اللھم : انی اسالک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمتہ انی توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعہ فی (جلد ۲ صفحہ ۱۹۷ ابواب الدعوات ۔ مطبع مجتبائی) پھر اس اندھے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تجھ کو ضرورت پیش آئے تو ایسا ہی کرنا ۔ جب اس اندھے نے حسب عمل کیا اور سرکار دو عالم کے وسیلہ سے دعاء مانگی تو اسکی آنکھیں روشن ہو گئیں ۔ بعض احادیث میں دعاء سے پہلے دو رکعت نماز بھی ہے ۔ حصن حصین میں بھی حدیث اس طرح مروی ہے کہ جس کو ضرورت لاحق ہو وہ اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے پھر اسطرح دعا مانگے ۔

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک نبی ا رحمتہ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعہ فی بجاھہ عندک

بیہقی نے ابن ابی شیبہ سے اسکی روایت کی ہے اور فرماتے ہیں کہ اسکی سند مالک الدار سے جو حضرت عمر کے دور خلافت میں خازن تھے صحیح ہے ۔

دلیل سوم:

صحابہ کرام کے پیر میں جب کبھی چیونٹیاں بھر جاتیں تو یا محمد پکارتے جس کی وجہ سے پیر کا خدر (خدر : سن ہو جانے کو کہتے ہیں) دور ہو جاتا اور یہ صحابہ کا عمل مجرب تھا ۔ کسی وقت کوئی صحابی اگر بھول جاتے تو دوسرے صحابی یاد دلاتے اور وہ ندا کرتے ۔ بساوقات صحابہ جنگ میں یا محمد کی ندا کیا کرتے تھے اور فتحیاب ہوتے تھے ۔ جب صحابہ کا یہ فعل ہے تو ندا کو کیسے ممنوع قرار دیں گے بلکہ مستحسن سمجھا جائے گا ۔ ☆

علم غیب

رشید: دیکھئے آپ نے جو کچھ کہا وہ بالکل بجا ہے لیکن مجھے ایک بات کھٹکتی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالی قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ: لایعلم الغیب الاھو کہ غیب کی بات سوائے خدا کے دوسرا نہیں جان سکتا تو کیا یہ خدائے پاک کا کلام غلط ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو پھر آپ نے جو کچھ بیان کیا وہ اس کے خلاف ہے۔

حمید: پہلے میں آپ سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ شیطان کو علم غیب ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو پھر یہ کیسے بہکاتا ہے؟ اگر ہے تو شیطان کو تو علم غیب ہے مگر محبوب رب العالمین کو نہیں۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آتا؟

جناب! علم دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک علم ذاتی دوسرا علم وہبی۔ علم بالذات کے متعلق للہ غیب السموات والارض بھی آیا ہے اور عطا میں علم غیب ہی کیا بلکہ بہت سی صفتیں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو سرفراز فرمائی ہیں۔ دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن شریف میں ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے گہوارہ میں اپنے والدہ کی پاکدامنی کی اور اپنی نبوت کی خبر دی اور یہ بھی فرمایا کہ جو چیز تم گھروں میں کھاتے پیتے ہو اور جو چیز کہ تم گھروں میں جمع کرتے ہو میں اس کی خبر دیتا ہوں۔ خیر یہ تو نبی کا حال تھا۔ اب خضر علیہ السلام کا واقعہ سنئے (حالانکہ ان کی نبوت کے بارے میں اختلاف ہے) سورہ کہف میں تفصیل سے اس واقعہ کو بیان فرمایا گیا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام خضر علیہ السلام، موسی علیہ السلام سے فرماتے ہیں: انک لن تستطیع معی صبرا۔ چنانچہ خضر علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام ایک کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور خضر علیہ السلام کشتی میں سوراخ ڈال دیتے ہیں اور ایک خوب صورت لڑکے کا قتل اور ایک خمیدہ دیوار کو سیدھا کر دیتے ہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے استفسار پر اس کے تشفی بخش وجوہات بیان کرتے ہیں۔ کیا اس کو علم غیب نہیں کہتے۔ کیا یہ قرآن پاک سے ثابت نہیں؟ سمجھ کی ضرورت ہے۔

دیکھو! ذاتی علم پروردگار عالم کا ہے اور خاصان خدا کا علم وہی ہے یعنی خدائے پاک کا دیا ہوا تو اب شرک و کفر کیونکر ہوگا۔

رشید: اولیائے کرام سے استمداد کے بارے میں آپ نے کوئی دلیل جو عمل صحابہ یا تابعین سے ہو پیش نہیں کی؟۔

حمید: حکیم کے پاس دوا ملتی ہے تو اسے لے کر نہ کھانا اور بیمار رہنا کوئی سمجھ کی بات نہیں۔ کھانے کو خدا تعالی نے غذا دی ہے تو نہ کھا کر بھوکے رہنا دانشمندانہ طریقہ نہیں ہے۔ جب خدائے پاک نے اپنے کسی خاص بندہ کو دوسرے بندوں کو نفع پہنچانے کی قوت عطا کی ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہم اس سے نفع حاصل نہ کریں۔ دیکھئے حدیث شریف میں آیا ہے اور حصن حصین میں ہے: من ارادعونا فلیقل یاعباداللہ اعینونی یا عباداللہ اعینونی یاعباداللہ اعینونی۔

ترجمہ: اگر کسی کو مدد کی ضرورت ہو تو اس کو چاہئے کہ یوں کہے کہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

اور طبرانی کی دوسری روایت ہے: اذاضل احدکم شیئااو اراد عونا فلیقل یاعباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لایراھم

ترجمہ: جب کہ تم میں سے کوئی چیز کو کھودے، یا مدد کی ضرورت ہو تو چاہئے کہ کہے کہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ پس اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں کہ تم ان کو نہیں دیکھتے۔ اسی حدیث کو ابن سنی نے ابن مسعود سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

اذاانفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلینا دیا عباداللہ احبسوا فان للہ تعالی عباد افی الفلاۃ تحبسہ

ترجمہ: جب تم میں سے کسی ایک کا چٹیل میدان میں چوپایہ کھو جائے تو اسکو چاہئے کہ ندا کرے اے اللہ کے بندو اس کو روک لو بے شک اللہ کے ایسے بھی

بندے چٹیل میدان میں ہیں کہ اس کو روک لیتے ہیں اور ایک حدیث وہ بھی طبرانی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز کھو جائے اور وہ مدد چاہے تو چاہیے کہ کہے کہ: یا عباد اللہ اعینونی۔

اور دوسری روایت میں: اغیثونی فان للہ عباد الاترونھم

اس حدیث شریف میں ہمارا بزرگان دین اور خاصان خدا سے توسل اور مدد طلب کرنا اور ندا کرنا حسب الحکم شارع علیہ السلام جائز اور ان کا مدد کرنا ثابت ہے۔ اسی طرح اس حدیث شریف کو ملا علی قاری اور فخرالدین رازی نے بھی بیان کیا ہے اور یہ حدیث شریف مختلف طرق سے روایت کی جانے کی وجہ سے اس کو اصح حدیث کا رتبہ حاصل ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی اور امام نووی، حافظ جذری اور ملا علی قاری نے اس کو قابل احتجاج تسلیم کیا ہے اور ایک حدیث اس طرح آئی ہے: اطلبو الحوائج من ذوی الرحمۃ من امتی ترزقوا وتنحجوار واہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی سعید الخدری۔

ترجمہ: تم اپنی حاجتوں کو میری امت کے رحمدل لوگوں سے طلب کرو رزق دئے جاؤ گے اور نجات پاؤ گے۔ طبرانی نے اس کو اپنی کتاب اوسط میں بروایت ابی سعید خدری نقل کیا ہے۔۔

دوسری حدیث: اطلبو الخیرو الحوائج من حسان الوجوہ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ: تم بھلائی اور اپنی حاجتوں کو اچھی صورت والوں سے (یعنی اللہ والوں سے) طلب کرو۔ اس کو بھی طبرانی نے اپنی کتاب کبیر میں ابن عباس سے نقل کیا ہے۔۔

تیسری حدیث: ان للہ تعالی عباد احتصھم بحوائج الناس یفزع الیھم فی حوائجھم اولئک الا منون من عذاب للہ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن

عمر رضی اللہ عنہما

ترجمہ: بیشک اللہ تعالی کے ایسے بندے بھی ہیں جن کو پروردگار عالم نے لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے مختص کردیا ہے اور وہ اللہ تعالی کے عذاب سے امن میں ہیں۔ اسکی طبرانی نے حضرت ابن عمر سے کبیر میں روایت کی ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ سے ظاہر ہیکہ ارواح طیبہ فرشتوں کے گروہ میں مل جاتے ہیں اور اللہ کے بندوں کی مدد کرتے ہیں اور ابن مبارک الزہداور حکیم ترمذی اور نودار الاصول میں ابن ابی الدنیا سے دابن مندہ سعید ابن المسیب سے اور وہ سلمان سے روایت کرتے ہیں کہ مومنین کے ارواح برزخ میں (زمین اور آسمان کے درمیان) جہاں چاہیں جاسکتے ہیں اور کافر نفوس سجین میں ہیں۔

رشید: مولانا! اگرچہ آپ نے جواحادیث پیش کی ہیں ان میں سے بعض کو اصح کا رتبہ حاصل ہوگا اور قابل احتجاج بھی سمجھیں جائیں گے لیکن اولیاء کرام سے مدد مانگنے سے متعلق کوئی صریح دلیل آپ نے پیش نہیں کی؟

حمید: یہ بات جب مانی ہوئی ہے اور حکم ندا حدیث شریف اور صحابہ کے عمل اور اجماع امت اور اقوال علماء سے ثابت ہے اور اولیاء اللہ کے احوال سے ندا کے فوائد بدیہی طور پر معلوم ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں ندا کے مسئلہ کی آپ ایسی توجیہ کیوں کرتے ہیں جو حدیث عمل صحابہ، اجماع امت، اقوال علماء اور احوال اولیاء کے انکار کا باعث ہو۔ خلاصہ یہ کہ جب ہم نے اس بات کا اقرار کرلیا کہ سب جا حاضر و ناظر سوائے خدائے تعالی کے دوسرا نہیں اور جو سننے کی قوت دی گئی ہے وہ عطیہ الہی ہے اور جو مدد کرنے کی قوت دیگئی ہے وہ بھی خدا کی دین ہے تو نہ اب شرک و کفر ہی باقی رہا اور نہ ایمان کے خلاف۔ دیکھئے بخاری شریف میں ابی ہریرہ سے ایک روایت ہے کہ: من عادی ولیا فقداذنتہ بالحرب وماتقرب الی عبدی بشی احب الی ممافترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذ

احببته فكنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصربه ويده التي يبطش بها ورجله التي يمشي بها وان سالني لاعطيته و لئن استعاذني لاعيذنته۔

ترجمہ: جس شخص نے میرے ولی سے دشمنی کی میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور بندہ میرا تقرب کسی ایسے عمل سے جو مجھے محبوب تر ہو حاصل کرتا ہے بمقابلہ اس چیز کے جو میں نے اس پر فرض کی ہے اور ہمیشہ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا محبوب ہوجاتا ہے اور جب وہ میرا محبوب ہوجاتا ہے تو میں اس کی سماعت ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی بصارت ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ وہ مجھ سے جو طلب کرے میں اس کو دیتا ہوں اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے تو میں اس کو پناہ بھی دیتا ہوں۔ اس حدیث شریف کو مشکوۃ شریف باب ذکر اللہ میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ بزرگان دین کے وہ حالات ہیں جن کو سمجھنے سے عقل قاصر ہے علماء کرام کو بھی اس کی شرح میں بہت سی دشواریاں لاحق ہوئی ہیں کہ خدائے تعالی بندہ کی سماعت اور بصارت کس طرح ہوجاتا ہے البتہ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ جس کو خاصان خدا دیکھتے اور سنتے ہیں ہماری سماعت اور بصارت اور ادراک اس سے قاصر ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

من توشدم تومن شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تودیگری

اور ایک مصرع بھی یہاں حسب حال ہے:

منصور کے پردہ میں خدا بول رہا ہے

بزرگان دین میں تجلیات الہیٰ کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی کو اس حدیث شریف میں بتایا گیا ہے۔ غور طلب یہ ہے کہ ابتداء حدیث میں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ جو میرے ولی

سے دشمنی رکھے وہ مجھ سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہوجائے اور اس کے بعد اپنے پیارے بندوں کی کیفیت یوں بیان فرماتا ہے کہ میں ان کا ہاتھ ہوجاتا ہوں، میں ان کا پیر بن جاتا ہوں میں انکی سماعت ہوتا ہوں اور میں ان کی بصارت بنتا ہوں یعنی اولیاء کرام میرے ایسے پیارے بندے ہیں کہ اگر تم ان کو نہیں سنتے نہیں مدد کرتے کہیں تو مجھ سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہوجاؤ۔ اللھم انانعوذبرضاک من سخطک۔ بھائی صاحب! میں آپ کا دوست ہوں اور دوست کا کام یہ ہے کہ اپنے دوست کی بھلائی ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ میں اپنے تجربہ کی چیزیں بتاتا ہوں کہ کسی شیطان بھرے کو کسی اللہ والے کے سامنے لائیں تو وہ نہیں آتا چھپنا شروع کرتا ہے۔ ان سے ڈرتا ہے اسی طرح شیطان کو یہ ڈر لگا ہوا ہے کہ آپ اہل اللہ کے پاس جائیں گے تو میں آپ کو بہکا نہ سکوں گا اور آپ میرے ہاتھ سے نکل جائیں گے اور آپ بھی "ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد" کے مانند اللہ والے بن جائیں گے۔ اس لئے وہ آپ کو روکنے کی ممکنہ تدابیر اختیار کئے جاتا ہے اور مختلف عنوان سے دھوکہ دیتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی شیطانی دھوکہ ہے۔ نفس مسئلہ پر غور کرو اور خوب سمجھو کہ جب خدا کا ہاتھ بندے کا ہاتھ ہوگیا تو بندہ کا دینا خدا کا دینا ہے:

خاصان خدا خدا نہ باشند
لیکن زخدا جدا نہ باشند

استغاثہ سے متعلق ابن قیم نے بھی اپنی کتاب "الکبائر" اور دوسری کتاب "السنت والبدعہ" میں بعض واقعات نقل کئے ہیں جو استغاثہ کی تائید میں ہیں اگر آپ کو معلوم کرنا ہو تو ان کتابوں کو دیکھئے۔ پھر آپ کو کوئی شبہ باقی نہ رہے گا۔ تقی السبکی نے "شفاء الاسقام" میں اور قسطلانی نے "مواہب سمہوری" میں اور قاضی عیاض نے "شفا شریف" میں بسند حسن اس واقعہ کو نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ منصور زیارت قبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حاضر ہوا۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ بھی اس وقت موجود

تھے ۔ آپ نے فرمایا: اے ابی جعفر (یہ خلیفہ منظور کی کنیت تھی) خدائے پاک نے ادب سکھایا ہے اور فرمایا کہ اپنی آواز کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند مت کرو اور اس قوم کی تعریف فرمائی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنی آواز کو پست کر کے گفتگو کرتے تھے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم جیسے حیات میں تھی اب بھی ویسے ہی ہے ۔ خلیفہ منصور نے کہا کہ میں قبلہ رو ہو کر دعاء کر رہا ہوں تو کیا اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے دعاء کروں ۔ امام مالک نے جواب میں فرمایا کہ تو ان سے جو تیرے باپ آدم کے قیامت کے دن وسیلہ ہیں کیوں منہ پھیرتا ہے ۔ ان ہی کی طرف منہ کر کے دعاء کر وہ تیری شفاعت فرمائیں گے ۔

پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی کہ: ولو انہم اذظلمو انفسہم جاوک فاستغفر اللّٰہ واستغفرلہم الرسول لوجد واللّٰہ توابا رحیما ۔ (پارہ ۵ سورۃ النسا رکوع ۶)

ترجمہ: اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے تمہارے پاس آئیں اور خدا سے مغفرت طلب کریں اور رسول بھی ان کیلئے مغفرت طلب کریں تو اللہ تعالی کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں گے ۔۔

کتاب صفۃ الصفوہ مصنفہ ابن جوزی میں مرقوم ہیکہ بشر ابن حارث جن کو بشر حافی بھی کہتے ہیں جو مشہور تابعین سے ہیں، آپ سے حضرت معروف کرخی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جس کسی کی کوئی حاجت ہو اور معروف کرخی کی قبر پر حاضر ہو کر دعاء کرے تو اسکی دعاء قبول ہوگی اور ابراہیم الحزلی صاحب اور امام احمد بن جنبل رحمۃ اللہ علیہ نے قبر معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کو تریاق مجرب کہا ہے یعنی دعاء کرنا استجابت کیلئے مجرب ہے ۔ مخفی مبادکہ تابعین کا ارشاد قابل تسلیم ہے کیونکہ پہل حدیث پھر اقوال صحابہ پھر اقوال تابعین پھر اقوال تبع تابعین ہی دلیل میں پیش کئے جاتے ہیں ۔۔

آپ کی نظر میں ہم تو گمراہ ہیں مگر ابن تیمیہ و ابن قیم کو تو آپ اچھا اور راہ راست پر سمجھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان ہی کے اقوال کو ملاحظہ فرمائیے :۔

رشید: آپ ہی بیان فرمائیے کہ وہ کیا ہیں ؟

حمید : ابن قیم نے کتاب الکبائر میں کتاب السنہ والبدعہ میں حافظ سلفی سے روایت کی اور اس کی سند کو یحیی بن عطاف تک پہنچایا کہ دمشق کا رہنے والا ایک بوڑھا جو چند سال حجاز میں سکونت پذیر رہا تھا بیان کرتا ہے کہ میں ایک بار مدینہ طیبہ کے بازار میں آٹا خریدنے کیلئے گیا تو آٹا فروش نے کہا کہ شیخین پر لعنت بھیجو تو آٹا دیتا ہوں اور اسی جملہ کو بار بار دہراتا تھا اور ہنستا تھا۔ میری طبعیت نکل گئی۔ میں نے کہا کہ جو صاحبین پر لعنت بھیجے اس پر خدا کی لعنت ہو، یہ سنتے ہی اس نے ایک طمانچہ اس زور سے مجھے مارا کہ میری آنکھ میرے رخسار پر بہہ گئی (پھوٹ گئی)۔ میں مسجد نبوی کی طرف لوٹا۔ وہاں میرے ایک دوست رہتے تھے، ان سے تمام واقعہ بیان کیا۔ وہ مجھے مواجہ شریف میں لے کر حاضر ہوئے اور کہا: السلام علیک یا رسول اللہ ۔ ہم مظلومین آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ ہماری مدد فرمائیے۔ جب رات ہوئی تو سو گیا صبح اٹھا تو میں نے اپنی آنکھ پہلے سے زیادہ اچھی پائی۔

دوسرا ایک واقعہ بھی ابن قیم نے ان کتابوں میں فضائل شیخین کے تحت نقل کیا ہے کہ شیخ کمال الدین بن العدیم نے تاریخ حلب میں بیان کیا ہے کہ خبر دی مجھ کو ابو العباس بن عبدالوحد نے کہ ایک شیخ سے جو صالحین سے تھے اور عمر بن الزعبی کے نام سے مشہور تھے وہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں تھا۔ ایک سال عاشورہ کے دن میں حضرت عباس کے قبہ کی طرف جہاں اہل تشیع جمع ہوتے ہیں نکلا۔ دروازہ پر کھڑا رہا اور کہا کہ میں محبت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ میں کچھ چاہتا ہوں یا یہ کہ محبت صدیق میں کچھ چاہتا ہوں (یعنی قائل کا مقصد یہ تھا کہ اہل بیت کی محبت میں تم کو کلام کر رہے ہو لیکن صاحبین کی محبت میں بھی کچھ کہو) جب میں نے یہ کہا تو قبہ میں سے

ایک شخص نکلا اور کہا کہ تم یہاں بیٹھو ہم فارغ ہو کر آتے ہیں۔ میں بیٹھا رہا۔ جب وہ فارغ ہو کر نکلا تو میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر کی طرف مجھے لے چلا میں نے یہ خیال کیا کہ آج عاشورہ کا دن ہے اس لئے شاید وہ مجھے کچھ دینا چاہتا ہے۔ جب وہ اور میں دونوں اس کے گھر میں داخل ہوئے تو اس نے دو غلاموں کو مجھ پر مسلط کر دیا۔ ان دونوں غلاموں نے میری مشکیں باندھ دیں اور مجھے خوب مارا پھر اس نے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ میری زبان کاٹ دیں۔ زبان کاٹ دی گئی تو اس نے مجھ سے کہا کہ تو جس کی تعریف چاہتا تھا اس سے اپنی زبان درست کرا لے اور اس کے بعد مجھے اپنے گھر سے نکال دیا۔ میں اپنے دل میں استغاثہ کرتے روضہ نبوی پر حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میری زبان آپ کے دوست کی محبت میں کاٹ دی گئی ہے۔ اگر آپ کے دوست سچے ہیں تو میری زبان لوٹا دیجئے۔ اسی طرح استغاثہ کرتے رات بسر کی۔ رات میں روضہ شریف ہی کے پاس تھا مجھ پر کچھ غنودگی سی طاری ہوئی جب چونکا تو اپنے منہ میں اپنی زبان کو صحیح و سالم پایا جیسی کہ پہلے تھی اور جس شخص نے میری زبان کاٹنے کا حکم دیا تھا وہ بندر بن گیا اور اس کے اہل و عیال اپنے عقیدہ رفض سے تائب ہو گئے۔

اس واقعہ کو کتاب صلح الاخوان میں شیخ محمد سعید افندی نے صفحہ (۲۹) پر نقل کیا ہے۔

رشید: آپ نے جو کچھ بیان کیا اس کو ہم تسلیم کرتے ہیں مگر یہ بتائیے کہ جیسے مشرکین بتوں کی پرستش کرتے ہیں ویسے ہی مسلمان قبور کی پرستش کرتے ہیں۔ وہ پتھر کو پوجتے ہیں تو یہ مٹی کو پوجتے ہیں۔ پھر ان میں اور ان میں فرق کیا ہے؟

حمید: جناب۔ دیکھئے آپ نے جو کچھ بیان کیا بیشک وہ بجا و درست ہے مگر آپ کو یہاں ایک دھوکا ہو رہا ہے اور دھوکا ہونا بھی چاہئے۔ اس وجہ سے کہ جیسے پتھر ویسی مٹی، جیسی قبر ویسے بت لیکن غور طلب یہ چیز ہے کہ یہاں جو مدد طلب کی جاری ہے وہ قبر سے نہیں بلکہ صاحب قبر سے ہے اور صاحب قبر کا تعلق جو قبر سے ہے

اس کو ہم نے پہلے بیان کردیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کے مزار پر تشریف لے گئے اور السلام علیک یا مصعب ۔ فرمایا پھر پلٹ کر صحابہ کرام کی جانب مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ: "یہ زندہ ہیں اور قیامت تک جو ان پر سلام کہے گا وہ اس کا جواب دیں گے ۔" اس حدیث سے ارواح طیبہ کہیں بھی ہوں مگر ان کا قبر سے تعلق ثابت ہوتا ہے اور ان کا زندہ رہنا بھی احادیث سے ثابت ہوچکا ہے۔

بزرگان دین سے مدد طلب کرنے سے متعلق بھی میں نے: ایاک نستعین کے بیان میں تفصیل سے بتایا ہے کہ ایسی مدد طلب کرنا شرک و کفر نہیں البتہ آپ کو ہمیشہ یہی دھوکا ہوتا رہا ہے کہ یہ پرستش ہے حالانکہ پرستش ذات باری تعالی کیلئے مختص ہے کیونکہ خدائے تعالی اور اسکی قدرت بالذات ہے۔ دوسروں میں جو قوت یا قدرت ہے وہ بالعرض ہے۔ شرک بالذات سمجھنے سے ہوتا ہے نہ کہ بالعرض۔ بہر حال میں نے ہر چیز کو پہلے صاف کردیا ہے اس لئے اب زیادہ صراحت کی ضرورت نہیں ہے۔

رشید: جناب آپ اولیاء کو بھی جو شہدا کی طرح زندہ تصور فرمارہے ہیں، یہ میرے سمجھ میں نہیں آیا؟

حمید: قبل ازیں ایک دوسری حدیث ہم نے پیش کی ہے جس میں نبی کریم نے شہداء کے کئی درجے بیان فرمائے ہیں جس کو طی الفراسخ والے صاحب نے تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس حدیث کی صحیح مسلم مسند امام احمد، موطا امام مالک، جامع ترمذی نے روایت کی ہے کہ ذات الجنب سے جو مرے وہ شہید ہے۔ طاعون سے جو مرے وہ شہید ہے۔ پیٹ کی بیماری سے جو مرے وہ شہید ہے۔ بخار سے جو مرے وہ شہید ہے۔ صدق دل سے شہادت جو طلب کرے وہ بھی شہید ہے، جو شخص ہر ماہ تین روزے رکھے اور صلوۃ ضحی اور وتر کی حفاظت کرے وہ بھی شہید ہے۔

اکثر بزرگان دین وتر صلوۃ ضحیٰ مہینے کے تین روزوں (ایام بیض) کے پابند رہے ہیں اور بعض بزرگان دین کی ریاضتوں سے اور مسلسل بھوکے رہنے سے معدہ کمزور پڑگیا اور پیٹ کی بیماری (جس کا حدیث مذکور الصدر میں تذکرہ ہے) لاحق ہوئی اور اسی سے ان کا وصال ہوا۔ تو پھر ان کو شہداء میں کیسے شمار نہ کیا جائے اور ان کے زندہ جاوید رہنے سے کیسے انکار کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں جب شہداء زندہ جاوید قرار پائے تو صدیقین جو ان سے اعلیٰ و ارفع ہیں زندہ جاوید رہنا بدرجہ اتم ثابت ہوگا۔

والذین آمنوا باللّٰہ و رسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم۔ (پارہ ۲۷ سورۃ حدید رکوع ۱۸)

جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے وہی صدیقین شہداء ہیں۔ اپنے پروردگار کے پاس ان کے لئے اجر اور نور ہے۔۔

اب کون صدیقین کے مرتبہ میں ہیں اور کون شہداء کے مرتبہ میں ہیں ہم کیا سمجھ سکتے ہیں۔ البتہ حالات یہ بتاتے ہیں کہ یہ خدا کے محبوب اور ولی ہیں۔ دوسری چیز یہ غور طلب ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔ (پارہ ۱۷، سورہ انبیاء رکوع ۷)

ترجمہ: بیشک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہیں۔ یعنی زمین میں جب نیک بندوں کی ملک قرار پائی تو اس کا انتظام بھی ان ہی کے ذمہ ہوگا۔ چنانچہ اس کے متعلق ہم نے پہلے ایک حدیث پیش کی ہے کہ زمین پر تیس ابدال ہوتے ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے پانی برستا ہے۔ ان ہی کی وجہ سے لوگ رزق دیئے جاتے ہیں اور ان ہی کی وجہ سے فتح و نصرت ہوتی ہے جن خاصان خدا کو حق تعالیٰ نے روئے زمین کے انتظام کیلئے مختص کیا ہے اور صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ان کے درجے مقرر کئے گئے ہیں۔ جیسے کہ غوث اوتاد، ابدال، قطب الاقطاب، قطب ولی ہر مقام پر وہاں کے بسنے والے اوتاد، ابدال، اقطاب و اولیاء کے ذمہ وہاں کا انتظام سپرد ہوتا ہے۔ مثال کے

طور پر یہ سمجھئے کہ جیسے دنیا میں پٹیل پٹواری و دیسکھ دیسپانڈیہ، تحصیلدار، تعلقدار، صوبہ دار وغیرہ ہوتے ہیں اور ہر ایک کا ایک مرتبہ ہے اور ہر ایک کو ایک کام تفویض ہے اسی طرح ان خاصان خدا کے مراتب ہیں اور یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ اقوام علماء و بزرگان دین وغیرہ سے ثابت ہے۔ ان مسائل میں ۰۰، ھ تک کوئی اختلاف نہیں تھا۔ بزرگان دین سے استعانت اور ان سے توسل ان کے مزارات پر حاضر ہونے میں کوئی اختلاف و اعتراض نہ تھا۔ یہ ناجائز وہ ناجائز یہ شرک و کفر کے جھگڑوں کی ۰۰، کے بعد سے ابتداء ہوئی ہے۔۔

رشید: بزرگان دین کے مزارات پر عامۃ الناس جو بیہودہ حرکات بالعموم کرتے ہیں اس کے تو آپ بھی غالباً قائل ہونگے؟

حمید: بزرگان دین کے مزارات پر عامۃ الناس جہلا کی حرکات کو دیکھ کر بے شک ہم کو بھی تکلیف ہوتی ہے لیکن جیسے جہلا کی اصلاح کرنے سے آپ مجبور ہیں ویسے ہی ہم بھی مجبور ہیں۔ افسوس اس کا ہے کہ موجودہ دور میں مسلمان احکام شریعت کی پابندی سے کوسوں دور ہیں۔ بالعموم دنیا تمام پائجامہ اور تہہ بند کو ٹخنوں سے نیچے تک چھوڑ رہی ہے حالانکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ما اسفل من الکعبین من الازارفی النار۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے پائجامہ یا تہہ بند کو ٹخنے سے نیچے لٹکایا وہ دوزخی ہے اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ سبب الازار کی نماز نہیں ہوتی اور ایک حدیث کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے سامنے ایک مرتبہ حاضر ہوا۔ اس وقت میرا تہہ بند لٹک رہا تھا۔ سرکار نے فرمایا کہ اے اللہ کے بندے تہہ بند اٹھا

پس میں نے اٹھایا پھر فرمایا کہ اور اٹھا میں نے نصف پنڈلی تک تہہ بند کو اٹھالیا۔ اس حدیث کو صاحب مشکوۃ نے بھی کتاب اللباس کے تحت نقل کیا ہے۔۔

جب خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہر امیر و فقیر اور عالم و جاہل تمام دنیا چلنے لگتی ہے تو کیوں وہ بستی قابل عتاب نہ ہوگی؟ مگر افسوس کہ ان باتوں کی جانب نہ آپ توجہ کرتے ہیں اور نہ ہم۔۔

ایک دفعہ ایک صاحب سے میں نے دریافت کیا کہ جناب پیشاب کرنے کے بعد آپ ڈھیلا لیتے ہیں یا نہیں؟

انہوں نے جواب دیا کہ : نہیں۔

تو میں نے کہا: پھر آپ کی نماز ہی صحیح نہیں۔ اس لئے کہ رکوع اور سجدے کے وقت جب مثانہ پر دباؤ پڑے گا تو قطرے نکل آئیں گے اور جب قطرے نکل آئے تو طہارت ہی باقی رہی نہ وضو ہی۔ اسی طرح اجابت سے فارغ ہونے کے بعد بھی ڈھیلے لیتے ہیں یا نہیں اگر ڈھیلے لیں تو چوتڑوں کو غلاظت لگ جائے گی اور جو نہ لیں صرف پانی سے طہارت کرکے اٹھ جائیں تو پھر حالت رکوع و سجود میں قطروں کا نکلنا ضروری ہے۔ ایسی صورت میں بتایئے کہ کیا کیا جائے؟ ڈھیلے لینے کا طریقہ فقہ میں بتایا گیا ہے اور ڈھیلے نہ لیں تو بھی طہارت کرنے کا طریقہ تفصیل سے فقہ میں سمجھایا گیا ہے۔ اسی طرح وضو اور نماز کی حالت ہے کہ طریقہ وضو و تیمم اور طریقہ نماز سے بہت لوگ ناواقف ہیں۔ یہ تمام فقہ سے ناواقف رہنے کا نتیجہ ہے۔ یہہ مسلمانوں کا حال ہے۔ یہ ان کی طہارت اور یہہ ان کی نماز ہے اور ایسی باتیں سمجھانے والے بھی عنقا ہیں۔ افسوس اس کا ہے کہ جہاں دیکھئے ترجمہ قرآن مجید پڑھانے اور سنانے کا اعلان نظر آتا ہے اور قرآنی مطالب سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے حالانکہ سمجھانے والے خود کماحقہ، اس سے واقف نہیں۔ ایسے بہت سے مسائل ہیں جن کی تفصیل فقہ میں ملے گی صرف ترجمہ قرآن پڑھنے سے اس کا سمجھنا مشکل ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بہت

سے قرآن مجید پڑھانے والے اور بڑی لمبی چوڑی تقاریر کرنے والوں کو بھی جب کوئی مسئلہ دریافت طلب ہوتا ہے تو وہ مفتیوں کے پاس دوڑے دوڑے جاتے ہیں کہ فلاں معاملہ میں کیا کیا جائے اور فلاں صورت میں کیا؟ اور فتویٰ دینے والے فقہ دیکھ کر فتویٰ مرتب کرتے ہیں۔ تمام مسائل کا استخراج تو قرآن حکیم ہی سے کیا گیا ہے پھر وہ قرآن مجید سے اس کو کیوں نہیں سمجھتے؟

میں اپنے احباب کو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ ترجمہ قرآن سمجھانے کے بجائے اولاً فقہی مسائل سمجھائیں جو حقیقت میں قرآن حکیم سے ہی ماخوذ ہیں اور قرآن مجید کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ الحاصل یہ تمام صحیح اسلامی تعلیمات سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔

اسی طرح لوگ بزرگان دین کے مزارات کے پاس حصول فیوض کے لئے جاتے ہیں مگر دنیا بھر کی بے ہودگیاں کرتے ہیں جو کسی طرح درست نہیں سمجھے جاسکتے، جیسے سجود، طواف وغیرہ۔

حقیقت تو یہ ہے کہ بزرگان دین کی مزاروں پر حاضر ہونے والوں کو چاہیے کہ خدا کی یاد میں مشغول رہیں۔ قرآن پڑھیں درود پڑھیں۔ اپنے دل کو بیہودہ خیالات سے پاک صاف کریں تو قلب میں نورانیت پیدا ہوگی اور صاحب قبر ان کی طرف متوجہ ہوں گے۔ جو کام ان کے اختیار سے باہر ہے اس کو بارگاہ خداوندی میں پیش کریں گے تو حصول مقاصد میں سہولت ہوگی۔ ☆

●☆●☆●

حالات محدثین

رشید: آپ نے جو حدیثیں پیش کی ہیں ان میں سے بعض صحاح ستہ کی ہیں اور بعض صحاح کی نہیں۔ صحاح ستہ کی احادیث کے تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں لیکن جو صحاح کی نہیں، ان میں بعض ضعیف معلوم ہوتی ہیں؟

حمید: آج کل فن حدیث سے دنیا ناواقف ہے اور من مانے اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر میں آپ کو یہ کہوں کہ آپ بہت ذی فہم، لائق اور قابل انسان ہیں تو کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں آپ کے سواء اور جتنے لوگ ہیں وہ سب بے وقوف اور نالائق ہیں۔ صحیح کی تعریف اس کی صحت کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ چونکہ یہ چھ حضرات امام بخاری ۲۵۶ھ، امام مسلم ۲۶۱ھ، امام نسائی ۳۰۳ھ، امام ابو داؤد ۲۷۵ھ، امام محمد عیسی ترمذی صاحب جامع ۲۷۵ تا ۲۷۹ھ اور امام ابن ماجہ ۲۷۳ھ۔ دوسری صدی کے بعد کے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے قریب تر تھے اور ان حضرات کے زہد و تقوی کو بھی ہر ایک تسلیم کرتا تھا۔ اس لئے یہ قابل اعتماد سمجھے گئے لیکن حدیث میں سب سے پہلے مرتبہ کتاب موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ حضرت امام مالک ۹۰ھ میں تولد ہوئے اور ۱۷۹ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی کتاب سے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہیکہ آسمان کے نیچے خدا کی کتاب کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی موطا سے زیادہ کوئی کتاب نہیں ہے۔

حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں بہ سند صحیح امام مالک کے ذکر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کی کہ آپ کی برکت کا زمانہ تو گذر گیا اگر ہم کو امور دین میں کہیں کچھ شبہ پیدا ہوا تو کس سے پوچھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالک بن انس رضی اللہ عنہ صاحب موطا سے پوچھو۔ (شرح الصدور) آپ تابعین سے ہیں اور فن حدیث میں تو تابعی کے قول کو بھی حدیث کا درجہ دیا گیا ہے۔ بخاری و مسلم نے اکثر احادیث موطا

امام مالک ہی سے لئے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ آپکا وصال ۲۴۱ ھ میں ہوا۔ آپ کی مسند مشہور ہے جو چھ جلدوں میں ہے جس کی ہر ایک جلد صحیح بخاری و صحیح مسلم کی طرح ضخیم ہے لیکن امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو ابواب کو اسماء راویان حدیث کی مناسبت سے بہ لحاظ حروف تہجی مرتب فرمایا ہے یعنی جس کے نام میں الف پہلے ہو ان کی روایات کو پہلے اور جن کے نام میں ب پہلے ہو ان کی روایات کو ان کے بعد علی ہذا القیاس برخلاف اس کے دوسرے حضرات نے احادیث کے کتب کو بلحاظ مسائل ابواب پر تقسیم فرمایا ہے جس کی وجہ سے کسی مسئلہ کو نکالنے میں بڑی سہولت ہوتی ہے اور مسند امام احمد سے کسی حدیث کا برآمد کرنا بیحد دشوار ہے۔ اگر اس کی احادیث کو بھی دوسری کتب احادیث کی طرح مسائل کے لحاظ سے باب وار ترتیب دیں تو بہت آسانی ہوگی۔ اشعتہ اللمعات ترجمہ مشکواۃ شریف میں حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ حضرت امام حدیث و فقہ، زہد، ورع و عبادت میں پیشواء و مقتداء ہیں۔ ان ہی کے سبب صحیح کو سقیم سے، مجروح کو معدل سے پہچانا گیا اور آپ ہی کے تلامذہ سے امام بخاری، امام مسلم، ابو داؤد وغیرہ ہیں۔ اسحاق بن راہویہ رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ روئے زمین پر خدا اور بندگان خدا کے درمیان حجت ہیں اور داری نے کہا کہ میں نے کسی جوان کو امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے زیادہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حافظ نہیں دیکھا۔ آپ کے جنازہ کے ہمراہ ۸ لاکھ مرد اور ۶۰ ہزار عورتیں تھیں۔ آپ کے وصال کے دن ۲۰ ہزار یہود اور نصرانی مسلمان ہوئے۔

اگر آپ صحاح ستہ ہی کے حدیث کو تسلیم کریں تو پھر موطا، امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اور مسند امام احمد رحمتہ اللہ علیہ کے احادیث کو ناقابل قبول کہنا پڑیگا جو کسی طرح صحیح نہیں۔ واقعہ یہ ہیکہ آج کل لوگ چونکہ علم سے بہت دور ہوگئے ہیں اس لئے یہی

سمجھنے لگے ہیں کہ صرف صحاح ستہ یعنی انہی چھ کتابوں کی احادیث صحیح ہیں اور باقی سب غیر صحیح ہیں۔

مدون احادیث جو تبحر علمی میں ممتاز تھے اور جن کے تصانیف مشہور تقریباً ۵۰ سے زیادہ ہیں۔ ہم نہیں بتا سکتے کہ ان میں کس کا درجہ کیا ہے۔ اگر کوئی میٹرک کا طالب علم بی اے اور ایم اے کے کسی طالب علم کو یہ اول درجہ اور یہ دوم درجہ کہے تو کیا یہ صحیح متصور ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ گویہ صحیح ہے کہ ان میں بھی فضلنا بعضھم علی البعض کا مصداق ہیں مگر اس کے ہرگز یہ معنی نہیں ہیکہ دوسرے بالکل ناقابل اعتنا ہیں۔۔

اب طبرانی صاحب معاجم ثلاثہ سے متعلق آپ کو یہ بتانا کہ ان کی تین کتابیں معجم کبیر، معجم صغیر، معجم اوسط مشہور ہیں۔ آپ ۲۶۰ ھ میں پیدا ہوئے۔ اکثر بلاد شام و حرمین شریف میں یمن، بغداد اور مصر وغیرہ میں گشت کی اور ہزار اساتذہ بلکہ اس سے زیادہ سے سماعت و استفادہ کیا۔ آپ نسائی کے شاگرد ہیں۔ کتاب الدعا ان کی مولفہ ہے جس سے صاحب حصن حصین ناقل ہیں ایک بڑی مجلد ہے۔ آپ تیس برس تک بوریئے پر سوتے رہے اور راحت و ارام کو خود پر حرام کرلیا تو علم حدیث و کثرت روایت حدیث میں ممتاز تھے۔ ابو الصابر احمد بن منصور شیرازی نے کہا کہ میں نے طبرانی سے تین لاکھ احادیث لکھی ہیں۔ ۳۶۰ ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی عمر ۱۰۰ سال دو ماہ کی ہوئی۔

دوسرے بیہقی صاحب شعب الایمان آپ بڑے مشہور حافظ تھے۔ اپنے وقت کے پیشوایان و مقتدیان حدیث سے سمجھے جاتے تھے۔ آپ کے تصانیف بیشمار ہیں جو (۱۰۰۰) جزو کو پہونچتی ہیں۔ علم میں ان کا ثانی نہیں تھا۔ بعضوں نے کہا ہیکہ سات ادمی ہیں جن کی تصانیف سے مسلمانوں کو نفع پہونچا۔ ایک دار قطنی، دوسرے حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری، تیسرے ابو محمد عبدالغنی مصری، چوتھے ابو نعیم احمد بن عبد اللہ

اصفہانی، پانچویں ابو عمر بن عبدالبر نمری حافظ اہل مغرب، چھٹے بیہقی، ساتویں خطیب بغدادی۔

بیہقی نے ۴۵۴ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی روایات کو بھی بڑے بڑے لوگوں نے تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ صاحب مشکوۃ نے بھی آپ کے حوالے سے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں۔

تیسرے ابن ابی الدنیا (جن کا انتقال ۲۸۲ھ میں ہوا) کے متعلق صاحب شرح الصدور لکھتے ہیں کہ آپ مصنفین سے تھے۔ آپ کے تصانیف بھی (۱۰۰) سے زائد ہیں اور آپ کی تلامذہ میں سے ابوبکر شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حارث ابن اسامہ صاحب مسند وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ اقسام حدیث کو سمجھنے کیلئے بڑے تبحر علمی کی ضرورت ہے۔ ہر ایک کا کام نہیں کہ وہ حدیث کے اقسام کو سمجھے۔ آج کل یہ دیکھا جاتا ہے کہ جہاں کسی حدیث کا ذکر آیا کہ وہ ضعیف ہے اور یہہ ضعیف ہے کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے۔

حدیث ضعیف کی تعریف یہ ہے کہ صحیح حدیث کے شرائط معتبرہ جملہ یا بعض نہ پائے جائیں، اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔ ☆

احادیث کے اقسام

احادیث کے بہت سے اقسام ہیں:

۱۔ صحیح اس میں بھی صحیح لذاتہ اور صحیح لغیرہ ۲۔ حسن اس میں بھی حسن لذاتہ، حسن لغیرہ ۳۔ متصل ۴۔ منقطع ۵۔ مرسل ۶۔ منفصل ۷۔ مدلس ۸۔ مضطرب ۹۔ ضعیف ۔۔

احادیث کے پورے اقسام بتانا باعث طوالت ہوگا اور اس کے سمجھنے کیلئے مبلغ علم کی ضرورت ہے ۔ جب اقسام کا جاننا مشکل ہے تو پھر اس کی تعریفات کا ذکر کیا ہے ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ اور تابعین مختلف مقامات مثلاً: حجاز، عراق، شام، یمن، مصر، بصرہ، کوفہ، اصفہان وغیرہ میں پھیل گئے ۔ اب احادیث کا معلوم کرنا دشوار ہوگیا ۔ جو قرب وجوار کے لوگ تھے ان سے تو احادیث نقل کرلی گئیں اور جو دور دراز کے رہنے والے تھے ان سے احادیث معلوم کرنے کیلئے دور دراز کا سفر کرنا ضروری ہوا ۔

چنانچہ بعد کے لوگوں میں طبرانی وغیرہ نے دور دراز مقامات پر پہونچ کر ان سے بھی احادیث کو نقل کیا ہے ۔ اس لئے صحاح ستہ کے علاوہ ان احادیث کو بھی لینا ضروری سمجھا گیا ۔ اس لئے بڑے بڑے علماء نے اپنی کتب میں ان احادیث کا بھی حوالے دیا ہے ۔۔ ☆

●☆●

نذر و نیاز

رشید: یہ نذر و نیاز اور منت سے مراد کیا ہے۔ اس کی بھی کوئی دلیل آپ پیش فرما سکتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے کیا اس کا جواز ملتا ہے؟

حمید: قبل اس کے اس سے متعلق میں آپ کے سامنے کوئی روایت پیش کروں، مناسب یہ سمجھتا ہوں کہ آپ اولاً ہر ایک کی تعریف سے واقف ہو جائیں کہ اکثر مابہ البحث امور میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔

نذر: کے معنی یہ ہیں کہ خدائے تعالی سے یہ معروضہ کیا جائے کہ میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں اتنے روزے رکھوں گا یا اتنے دوگانے ادا کروں گا۔ اتنے غرباء کو کھانا کھلاؤں گا یا اتنی خیرات کروں گا وغیرہ۔ یہ خدائے تعالی اور بندے کے درمیان عہد و پیمان ہے اور اس کا پورا کرنا واجب۔ چنانچہ تمام کتب فقہ میں تکمیل نذر سے متعلق صراحت موجود ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی ہجرت کے بعد چند عورتیں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے سامنے دف بجا کر گانا چاہتی ہیں تو سرکار نے اجازت نہیں دی۔ پھر جب انہوں نے عرض کی کہ ہم نے نذر کی تھی تو ارشاد ہوا کہ اگر نذر کی ہے تو پوری کرو۔

نیاز: کے معنی عاجزی کے ہیں۔ یعنی پروردگار عالم کے حضور میں عاجزی سے یہ عرض کیا جائے کہ میرے پروردگار اس چیز کا ثواب فلاں کی روح کو پہونچا۔ اب یہ پروردگار عالم کا اختیاری امر ہے کہ چاہے اس کو منظور فرمائے یا رد کر دے۔ اس لئے نذر اللہ و نیاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ مشہور عام ہے۔

رشید: آپ کی اس تشریح سے ظاہر ہوتا ہے کہ نذر خداوند عالم کی ذات سے مختص ہے تو پھر یہ جو کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں نبی یا بزرگ کی نذر مانی ہے تو یہ کھلا شرک و کفر ہے؟

حمید: یہ لفظی دھوکہ ہے۔ یہاں نذر سے مراد نذر شرعی نہیں بلکہ اس کو ہدیہ یا تحفہ کہیں گے۔ جیسے کہ آج کل ہندوستان میں عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں حاکم کو اتنے روپئے نذر دیئے۔ یا فلاں مرشد یا استاد کو اتنی نذر دی تو یہ بہ معنی نذرانہ پیش کش ہے جس کو ہدیہ یا تحفہ کہا جاتا ہے۔ مگر عوام میں نذر مشہور ہو گئی اور غلط العوام فصیح ایک مشہور مقولہ ہے: لامشاحبه فی الاصطلاح۔

یا دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی مقصد یا مراد کے حصول کیلئے پروردگار عالم سے یہ نذر کرے کہ اگر میرا فلاں مقصد یا کام پورا ہو گا تو میرے تیرے فلاں محبوب کی فاتحہ دلاؤں گا یا ان کے نام اس قدر ایصال ثواب کروں گا تو یہ فی الحقیقت اپنے رب سے معاہدہ ہے جس کی تکمیل ازبس ضروری ہے۔

رشید: کیا ارواح کو ایصال ثواب قرآن اور احادیث سے ثابت ہے اور کیا فاتحہ کا کھانا غریب اور امیر سب کھاسکتے ہیں یا اس کھانے کے صرف غربا واجب الرحم مساکین ہی مستحق ہیں؟

حمید: ایصال ثواب سے متعلق چند روایتیں جو صحیح ہیں پیش کی جاتی ہیں:

عن علی ان النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم قال من مر علی المقابر وقراء قل ہواللّٰہ احد عشر موات ثم وهب اجرها للاموات اعطی من الاجربعد دالاموات۔ رواه الدارر قطنی

حضرت علی کرم اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان سے گذرے اور دس مرتبہ قل ھو اللہ پڑھ کر اس کا اجر مردوں کے اراوح کو بخشے تو اللہ تعالی مردوں کی تعداد کے لحاظ سے اس کو اجر عطا فرمائے گا۔

دوسری روایت ابو داؤد ونسائی نے سعد ابن عبادہ سے اس طرح کی ہے کہ قال یا رسول اللّٰہ ان ام سعد ماتت فای الصدقه افضل لها قال الماء فحضر محضر بئرا وقال ہذہ لام سعد۔

عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سعد کا انتقال ہو گیا۔ اب کونسا صدقہ ان کیلئے افضل ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی۔ پس کنواں کھودا گیا اور پکار دیا گیا کہ یہ ام سعد کے لئے ہے۔ یعنی ام سعد کے ایصال ثواب کیلئے۔ چنانچہ اس کنوئیں کے پانی کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام جس میں خلفائے راشدین بھی شریک ہیں پیا کرتے تھے۔ اس سے یہ ثابت ہے کہ ایصال ثواب کا کھانا یا پانی فقراء یا غرباء کیلئے مختص نہیں بلکہ اس سے اغنیا بھی استفادہ فرماسکتے ہیں۔

تیسری ایک روایت ابو داؤد ترمذی کی ہے کہ حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحلت کے بعد آپ کے نام سے قربانی کیا کرتے تھے۔۔

صدقہ

رشید: ام سعد سے متعلق آپ نے جو حدیث بیان کی ہے اس سے تو ایصال ثواب بھی ایک قسم کا صدقہ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ: فای الصدقۃ افضل لھا کے الفاظ ہیں اور صدقہ تو سادات پر حرام اور اغنیاء کیلئے جائز نہیں۔ پھر فاتحہ کا کھانا سب کیسے کھاسکتے ہیں؟

حمید: قبل اس کے کہ میں آپ کے سوال کا جواب دوں اولاً صدقہ کی تعریف سمجھ لیجئے۔ عرف عام میں صدقہ جس کو کہتے ہیں یہ صدقہ وہ ہے جو جان یا مال کے بدلے میں دیا جاتا ہے اور دیتے وقت یہ کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں کی جان و مال یا دولت کا بدل ہے۔ یہ صدقہ بے شک سادات اور اغنیاء کیلئے جائز نہیں ہے لیکن یہاں صدقہ سے مراد وہ صدقہ نہیں ہے بلکہ ایصال ثواب ہے اور زبان عربی میں ہر کار خیر کو صدقہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف میں یوں آیا ہے: کل معروف صدقہ ہر کار

خیر صدقہ ہے اسی واسطے احادیث شریف میں نیک کاموں پر صدقہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ عوام میں بھی نیک کاموں کو صدقات جاریہ کہا جاتا ہے ۔ چنانچہ مسلم و بخاری نے بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ: ان رجلا قال للنبی صلی اللہ علیہ و سلم و سلم ان امی افتلتت نفسہا و انی اظنہا لو تکلمت تصدقت فلی اجر ان تصدق عنہا قال نعم۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے حضور میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری ماں کا ناگہاں انتقال ہوگیا اور میں جانتا ہوں کہ اگر وہ بات کرتی تو ضرور خیرات کرتی پس کیا مجھ کو بھی ثواب ملے گا اگر میں اس کی طرف سے خیرات کروں تو حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا ہاں (تجھ کو بھی ثواب ملے گا۔)

امام نودی اس کی شرح فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جواز صدقہ میت کی دلیل ہے اور اس کا ثواب میت کو پہونچتا ہے اور نفع دیتا ہے اور ایصال ثواب کرنے والا بھی اس کے ثواب سے مستفید ہوتا ہے اسی پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے ۔

آج کل ہمارے شہر میں جو نیازات ہوتے ہیں مثلاً : بزرگان دین کے فواتح، اقربا و احیاء کے فواتح مولد النبی صلی اللہ علیہ و سلم کا کھانا، ہدیہ یا ضیافت کی تعریف میں داخل ہے کھلانے والے کی نیت جس کے لئے ایصال ثواب کی ہو، اسی کو اس کا ثواب ملتا ہے ۔ جو لوگ فاتحہ کے کھانے کو ناجائز قرار دیتے ہیں وہ ہرگز صحیح نہیں ہیں اس لئے کہ اس میں حرمت کی کوئی علت نہیں پائی جاتی ۔ اس کا مصرف بالکل قربانی کے گوشت کی طرح ہے کہ کچھ حصہ آپ کھائیں، کچھ ہدیہ دیں اور کچھ فقراء میں تقسیم کریں۔

ہاں عرف عام میں جس کو صدقہ کہا جاتا ہے اگر اس نیت سے کوئی کھانا پکایا جائے تو اس کا کھانا اغنیا اور سادات ہر دو کیلئے ناجائز ہوگا ۔ مختصر یہ کہ زکوۃ جس کو لینا جائز ہے اسی کو ایسے صدقہ کو جو جان و مال کا بدل ہو لینا یا کھانا بھی جائز ہے اور زکوۃ

جس کو جائز نہیں اس کے لئے یہ جائز نہیں یا دوسری صورت یہ ہے کہ ایصال ثواب کرنے والے کی نیت ہی فقراء کو کھلانے کی ہو تو اس کا اغنیاء کو کھلانا درست نہ ہوگا۔

رشید: آپ نے ایصال ثواب سے متعلق تو کافی وضاحت کی لیکن یہ بزرگان دین کے نام سے جو جانور چھوڑے جاتے ہیں مثلاً: سید صاحب کے بکرے یا حضرت اجالے شاہ صاحب کے نام سے مرغ جو ذبح کئے جاتے ہیں یہ تو یقیناً غیر مسلم اقوام کی اتباع ہے اور: اھل بہ لغیر اللہ کے تحت آتے ہیں تو پھر ان کا کھانا کیسے جائز ہوگا؟

حمید: افسوس اس کا ہے کہ لوگ کسی بات کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے اور من مانی رائے قائم کرکے غیر ضروری اعتراضات شروع کردیتے ہیں جو بے حد نازیبا بات ہے۔

پہلے اصل مسئلہ کو خوب سمجھ لیجئے۔ اس کے بعد آپ کے اعتراض کا مکمل جواب ادا کیا جائے گا۔ تمام علماء و مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ جس جانور پر بوقت ذبح خدائے تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے وہ ذبیحہ حرام اور جس کو بسم اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا وہ حلال ہے تو پھر جن جانوروں کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا گیا ہو وہ اھل بہ لغیر اللہ کا مصداق کیونکر ہوسکتے ہیں۔

دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذبح سے پہلے اللھم ھذا من محمد فرماتے تھے۔ اضافت اور نسبت تملیک کی ہوتی ہے اور ایصال ثواب کی بھی ہوسکتی ہے۔ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ: مااھل بہ لغیر اللہ سے مراد عندالذبح ہے یعنی غیر خدا کے نام پر ذبح ہو کیونکہ کفار: عند الذبح بسم اللات و العزی کہتے تھے اسی لئے عند الذبح بسم اللہ اللہ اکبر قائم کیا گیا اور اگر کسی کا نام نہ لیکر بھی بغیر بسم اللہ اللہ اکبر کہے کوئی جانور ذبح کیا جائے تو وہ جانور حرام کہا جائیگا۔ اس سلسلہ میں ایک مثال پیش کی جاتی ہے کہ ایک مقام پر دو جانور ذبح کیلئے لائے گئے۔ ایک کا مالک مسلمان

اور دوسرے کا غیر مسلم ہے ۔ ملا صاحب نے مسلمان کے جانور کو عمداً بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر کہے بغیر ذبح کیا اور غیر مسلم کے جانور کو بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر کہہ کر ذبح کیا ... تو آپ فرمائیے کہ مسلم کے جانور کا گوشت حلال ہے یا غیر مسلم کے جانور کا ؟

دوسرے بالفرض ہم اس کو صحیح تسلیم بھی کرلیں تو ہم ان مدعیان سے کیا دریافت کرسکتے ہیں کہ شادی وولیمہ، عقیقہ کے کھانے سے متعلق کیا ارشاد ہے۔ جو حکم کے تحت کھلایا جارہا ہے یا ان ایٹ ہوم اور ڈنر سے متعلق کیا حکم ہے۔ جو غیر مسلمین کی ضیافت کیلئے ترتیب دیا گیا ہے جس میں مرغ بھی دم دیئے گئے ہیں اور بکرے بھی ذبح کئے گئے ہیں اور قربانی کا گوشت تو بدرجہ اتم حرام سمجھا جائے گا کیونکہ ان مرغ اور بکروں پر تو ان بزرگوں کا نام نہیں لیا گیا تھا ۔ صرف ان کی فاتحہ کی نیت تھی ۔ برخلاف اس کے ان قربانی کے جانوروں کو تو من فلاں بن فلاں کی صراحت سے ذبح کیا گیا ہے۔

رشید: اس اس کا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا کہ بزرگوں کے نام سے بکرے یا مرغ چھوڑ رکھنا یہ کیسے جائز ہے ؟

حمید: دیکھئے اس میں حرمت کا کیا سبب ہے اگر کسی شخص نے قربانی کیلئے سال بھر پہلے سے بکرے خرید کر رکھ چھوڑے ہوں تو کیا اس کا یہ فعل ناجائز ہے ۔ حالانکہ قربانی کے متعلق ارشاد ہے اگر پہلے سے خرید کر انہیں کھلا پلا کر موٹا کیا گیا تو یہ موجب زیادتی ثواب ہوگا۔ جب یہ ناجائز نہیں تو پھر کسی بزرگ کے نام سے پہلے جانور خرید کر محفوظ کردینا کیسے ناجائز ہوسکتا ہے ۔

دوسرے بتوں کے نام پر جانور چھوڑے جاتے ہیں اور بزرگان دین کی فاتحہ کیلئے یا قربانی کیلئے جانور لاکر باندھے جاتے ہیں ۔ جس جانور کو باندھ رکھا جاتا ہے حیرت ہے کہ آپ اس کو چھوڑتے ہیں کہتے ہیں کہ یہاں اور ایک بات سمجھنے کے قابل ہے ،

وہ یہ کہ حدیث شریف ہے کہ:

انما الاعمال بالنیات

اور دوسری حدیث شریف میں:

ولکل امری مانوی

آیا ہے کہ جو شخص جس نیت سے کام کرتا ہے وہ اسی کے موافق سمجھا جائے گا۔ پس اگر کوئی شخص بزرگان دین کے یا اپنے اقرباء اور احباء کے ایصال ثواب کی نیت سے کسی جانور کو ذبح کرے تو میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ شرک کفر کیسے ہوا؟

میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ براہ کرم ہر بات کو پہلے سمجھئے اس کے بعد اعتراض فرمایئے۔ بغیر سوچے سمجھے کسی پر شرک اور کفر کا الزام دینا نہایت مذموم طریقہ ہے۔ ☆

●☆●☆●

رشید: اچھا یہ بتایئے کہ اکثر لوگ جو یہ کہا کرتے ہیں کہ پیراں پیر رضی اللہ عنہ کی فاتحہ دلانے سے ہم کو فائدہ ہوا اور چھوڑ دینے کی وجہ سے نقصان ہوا۔ تو کیا خدا کے پیارے بندے جو رحمۃ للعالمین کے نائب کہلاتے ہیں وہ اگر ایصال ثواب کریں تو فائدہ پہونچائیں اور نہ کریں تو نہ پہونچائیں؟ یہ تخیل تو بالکل غلط معلوم ہوتا ہے۔

حمید: یہاں ایک چیز غور طلب ہے وہ یہ کہ میرے بچے کو اگر کوئی تحفہ مثلاً مٹھائی یا میوہ لاکر دیں تو میرا کام اس کا بدل کرنا ہوگا یا نہیں؟ ضرور ہوگا۔ یہی کیفیت پروردگار عالم کی ہے۔ جب کسی محبوب خدا کے نام پر ہم ایصال ثواب کرتے ہیں تو پروردگار کی رحمت کو جوش ہوتا ہے اور اس کا ہر کام بن جاتا ہے اور ہم ایصال ثواب نہ کریں تو اس کی رحمت کو جوش زن ہونے کی وجہ باقی نہیں رہتی۔ اس لئے فائدہ کا اس طرح باقی رہنا ضروری نہیں۔

تقبیل

رشید: آج آپ سے مل کر بڑی مسرت ہوئی۔ مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے۔ آپ کے ان توضیحات کے بعد تو مجھے یہ معلوم ہورہا ہے کہ میری آنکھوں پر پردہ تھا جو اب ہٹا دیا گیا۔ اب مہربانی فرما کر اس کی بھی وضاحت فرمادیجئے کہ یہ عام طور پر بزرگوں کے ہاتھ پیر کو جو بوسہ دیا جاتا ہے یا مزاروں اور بزرگان دین کے آثار کو جو بعض لوگ چومتے اور آنکھوں سے لگالیتے ہیں کیا اس کا بھی احادیث اور اعمال صحابہ سے ثبوت ملتا ہے؟

حمید: دیکھئے تقبیل (بوسہ) تین قسم کی ہیں۔ ایک تقبیل شہوت سے دوسری تقبیل محبت سے تیسری تقبیل تعظیم کیلئے۔

تقبیل شہوت یعنی شہوت کے تحت بوسہ دینا اس سے تو اس وقت بحث نہیں۔
دوسری تقبیل بالمحبۃ یعنی اظہار محبت کے لئے بوسہ دینا۔ عرب کا عام طور پر یہ دستور ہے کہ اپنے مخلص کے ہاتھ، بازو اور پیشانی کو بوسہ دیتے ہیں۔ چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی یہ عمل رہا ہے اور خود حضور نے بھی ایسا عمل فرمایا ہے۔ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دولتِ سرا میں جلوہ فرما تھے اور دروازہ بند تھا۔ حضرت زید ابن حارث رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو حضور باہر رونق افروز ہوئے اور ان سے معانقہ فرمایا، ان کو بوسہ دیا (مشکوۃ شریف۔ بحوالہ ترمذی اس کی روایت کی ہے)۔

دوسری ایک روایت شعبی سے ہے کہ جب کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جعفر بن ابی طالب سے ملاقات ہوتی تو آپ ان کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا کرتے۔ (اس حدیث کو ابو داؤد بیہقی نے شعب الایمان میں مرسلاً نقل کیا ہے) مشکوۃ۔ تقبیل التعظیم یعنی کسی کی تعظیم کیلئے بوسہ دینا۔ اس کا بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور صحابہ رضی اللہ عنہما کے عمل سے ثبوت ملتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ تعظیمی بوسہ عبادت میں داخل نہیں ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر شریف سے لپٹ جانے اور قبر شریف پر منہ رکھ کر پڑے رہنے سے متعلق ہم نے استعانت کے باب میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ (جو اجلہ صحابہ سے ہیں) کی روایت پیش کی ہے کہ مروان خلیفہ وقت کے اعتراض پر آپ نے جو سخت جواب دیا تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر

ہوئے ہیں نہ کہ مٹی اور پتھر کے پاس۔ جس پر مروان دم بخود ہو گیا۔

دوسری ایک روایت اور سنیئے جس کو بحوالہ شفاء حضرت علامہ مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی (صاحب تفسیر صدیقی) نے الدین میں نقل کیا ہے روی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ وضع یدیہ علی مقعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم من المنبر ثم وضعھا علی وجھہ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو اجلہ صحابہ سے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف پر (جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے) اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر پھر ان ہاتھوں کو اپنے منہ پر مل لیا۔

اس حدیث سے آثار کی عظمت کا بین ثبوت ملتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ بزرگان دین کے مزاروں پر تعظیماً بوسہ دینا احکام شرع کے خلاف نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اب ہاتھ اور پیر کے چومنے سے متعلق چند صحیح احادیث پیش کئے جاتے ہیں جس سے آپ کی تشفی ہوگی۔

عن الوازع بن زارع بن عامر قال قدمنا فقیل ذاک رسول اللہ فاخذنا بیدیہ ورجلیہ و نقبلھا۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد (الدین) وازع بن زارع بن عامرؓ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے آئے تو ہم نے آپ کے ہاتھ اور پیر کو بوسہ دیا۔

عن صہیب قال رایت علیا رضی اللہ عنہ یقبل ید العباس ورجلیہ۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد (الدین)

صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے حضرت علی رضی

اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پیر کو بوسہ دیتے تھے ۔

عن زارع و کان وفد عبدالقیس قال، لما قدمنا المدینتہ فجعلنا نتبادر من رواحلنا فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم و رجلہ۔ رواہ ابو داؤد ۲ / ۳۶۳ (مشکوۃ)

زارع سے مروی ہے جو وفد عبدالقیس میں تھے کہ جب ہم مدینہ منورہ پہونچے تو اپنی سواریوں سے اتر کر مسابقت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چومیں۔

اس حدیث شریف کی تشریح میں امام نووی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسی کے زہد و تقویٰ اور علم و شرف کے تحت جو امور دینیہ سے متعلق ہے اس طرح کی تقبیل جائز اور مستحب ہے ۔ ☆

●☆●☆●

طباعت : الیشین آرٹ پرنٹرس، چھتہ بازار، حیدرآباد۔ فون: 4526245
کمپیوٹر کتابت : SAM کمپیوٹرس، 23-2-199/2 پہلی منزل، متصل عشرت محل، مغل پورہ، حیدرآباد۔ فون : 040-4568373.